www.faiz-e-nisbat.weebly.com

جانِ آرزو

مجموعۂ غزلیات

سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری

جملہ حقوق حقِ مصنّف محفوظ

بار	دوم
سنِ طباعت	2002
تعداد	1100
کمپیوٹرائزڈ کمپیوزنگ	نصیرالدین اسلام پورہ جبر
معاونینِ کتابت	محمد افضل خاکسارؔ، فیصل آباد
ترتیب	ملک محمد مہربان، گولڑہ شریف
سرِ ورک	ملک محمد رضوان، گولڑہ شریف
طابع	عمران پرنٹرز اسلام آباد
نگرانیِ طباعت	قاضی محمد افضل علوی
ملنے کا پتہ :۔	مکتبہ مہریہ نصیریہ ، گولڑہ شریف
	اسلام آباد، پاکستان
فون نمبر :۔	2292814
ہدیہ	

انتساب

اپنے داداپیر سیّد غلام معین الدین گیلانیؒ المتخلص مشتاقؔ کے نام ، جنہوں نے اپنی ساری زندگی خلوص ، ایثار اعلٰی ظرفی اور قربانی کے صبر آزما مراحل طے کرتے ہوئے گذار دی جو ایک پاک نگاہ اور پاک دل شیخِ راہ تھےاور جنہوں نے خاندانی علم و ادب کی روایت کو اپنے کلام کے حوالے سے حیاتِ نوعطا کی ۔

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
	محرابِ منقبت :	
1	ہر حال میں تعظیم کرو آلِؓ عبا کی	1
2	دیکھ لیتا ہے جو اِک بار سراپا تیرؒا	2
3	نائبِ مصطفیٰؐ معین الدینؒ	4
4	تُو مخزنِ علمِ خفی و جلی، یا خواجہ محمد شمس الدینؒ	5
5	سراج السالکیں ہے گولڑے میں	7
6	ظلمتوں میں اُجالا ہمارا رضاؒ	8
7	قائدِؒ اہلِ سنّت پہ لاکھوں سلام	10
	بابِ غزل :	
8	کسی دن اُن کو سمجھانا پڑے گا	11
9	بڑھ کے اُس ذات سے کوئی مجھے پیارا نہ ہُوا	13
10	لگتا ہے کہ گزرے ہو مری جان اِدھر آج	14
11	حال اُس کو اپنے دل کا بتایا تو کیا ہُوا	15

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
12	ہاتھوں کو کیا اٹھا کر کوئی دعا کرے	17
13	لے کے سینے میں تمہاری آرزو پھرنے لگے	18
14	ہمارا ہم خیال اِک دن زمانہ بَن ہی جائے گا	19
15	مجھ کو پرائی آنکھ سے دیکھا نہ کیجئے	20
17	سو جاں سے مِری جان یہ دل تجھ پہ فدا ہے	21
18	جب نزع کا وقت آئے اے مرشدِ میخانا	22
19	ہمارا آپ کا جب حشر کے دن فیصلہ ہو گا	24
20	بے چارگی کی میری کوئی انتہا نہیں	25
21	خبر کیا، دلربا آئے نہ آئے	26
22	کرم فرمائیے گا بے کسوں کا آسرا ہو کر	28
23	جو اُن پہ فدا ہو گا وہ اُس کو مٹا دیں گے	30
24	اُن سے ہوئی ہے دل لگی اچھا یونہی سہی	31
25	زمانے کو دیکھو تو کیا کر رہا ہے	32

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
26	وہ مہر و محبّت سے نا آشنا ہے	33
27	جب سے ہماری آنکھ ہے اُن سے لڑی ہوئی	34
28	جاؔمی پہ اے خدا فقط اِتنا کرم رہے	35
29	کسی کے حُسن پر مائل طبیعت ہوتی جاتی ہے	36
30	بڑھ گئی جب ہم سے اُس کی بے وفائی اور بھی	38
31	دیکھنا! جب مہرباں ہم پر خدا ہو جائے گا	39
32	الفت میں لُٹا بیٹھے ہیں ایمان ہزاروں	41
33	کبھی جو برق کی زد میں تمہارا آشیاں ہوتا	43
34	کسی پہ مِرا دل فدا ہو رہا ہے	45
35	نہ نکلا تھا، نہ نکلا ہے، نہ شاید دل سے نکلے گا	47
36	اب دل سے اُن کی یاد کے سائے نہ جائیں گے	49
37	جو عشق کی باتیں کرتے ہیں، دنیا سے کب وہ ڈرتے ہیں	51
38	رات ہو چاہے کہ دن ہو مجھ کو تڑپاتے ہیں وہ	52

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
39	ہر ستم سہہ لیں گے ہم یہ آپ سے وعدہ رہا	53
40	ارے او بے وفا! تم مائلِ جور و جفا کیوں ہو	54
41	ہر وقت تیرے واسطے دل بیقرار ہے	56
42	محبت آشنا جب سے مرا دل ہوتا جاتا ہے	57
43	شہرت ہے تیری جانِ تمنّا! نگر نگر	58
44	آئنے میں گر وہ خود اپنا سراپا دیکھتے	59
45	بندگانِ حرم رہ گئے ہیں	60
46	رہے نسبت ترے نقشِ قدم سے	62
47	ہمیشہ رہی بدگمانی تمہاری	63
48	جو اُس ماہ وَش سے جدائی ہوئی ہے	64
49	ہوئی بھی تو ہوگی جفا آپ سے	65
50	ملی کیا آپ کے در کی گدائی	66
51	ستم کیا، ظلم کیا، جور و جفا کیا	67

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
52	کوچے میں ترے حشر بپا دیکھ رہے ہیں	68
53	مجھے جس دن سے الفت ہوگئی ہے	70
54	مسیحاؤ! بھلا کیا پوچھتے ہو نیم بسمل سے	72
55	نشے میں وہ اَنا کے آج کل یوں چُور رہتے ہیں	73
56	وہ دل کہ حسینوں پہ جو شیدا نہیں ہوتا	75
57	تیکھے تیکھے تیوروں میں تم صنم! اچھے لگے	76
58	کبھی خود آ کے جو تم دیکھ جاؤ بے بسی میری	78
59	مَیں تمہارے حُسن پہ تھا فدا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو	79
60	کریں گے وہ ہم سے کنارا کہاں تک	80
61	تمنّاؤں کی دنیا میں نہ یہ ویرانیاں ہوتیں	81
62	رُوح کی تاریکیوں میں روشنی ہے آپ سے	82
63	مری جاں! وقتِ آخر ہے، وفا کر	83
64	مضطرب سی کائناتِ دل رہی	84

ج

نمبرشمار	غزلیات	صفحہ نمبر
65	نہ جاؤ دیکھ کر یوں بے رخی سے	85
66	نگاہیں وہ ہم سے ملانے لگے ہیں	86
67	قیامت اُن کے دل کی سلطنت میں اِک اُٹھا آیا	87
68	اُس بتِ کافر سے ہے مجھ کو محبت آج بھی	88
69	آجاؤ یہاں بھول کے سرکار کسی دن	92
70	بہاروں کا نظارا مل گیا ہے	90
71	بے طرح جب بھی یاد آتے ہیں	94
72	مجھے اُن سے اب بھی محبت وہی ہے	95
73	طبیبو! عجب ہے یہ آزار دل کا	97
74	یقیناً کوئی گزرا ہے اِدھر سے	98
75	مجھے آج خوشبوئے یار آ رہی ہے	100
76	عمر بے چینی میں گزری چین پانے کے لئے	101
77	سانس کی اِس آمد و شد میں رکھا کچھ بھی نہیں	102

ج

نمبرشمار	غزلیات	صفحہ نمبر
78	رُوٹھ کر جب ہم سے کل وہ دلربا جاتا رہا	105
79	دل کو رہتی ہے تمہاری آرزو کی آرزو	106
80	ہماری تم بُھلا دو گے محبت ہم نہ کہتے تھے	108
81	رہے آباد محشر تک مرے ساقی کا میخانا	109
82	دیکھا ہے اُس نے آج مجھے بے رخی کے ساتھ	111
83	بُتِ بے وفا! ترے پیار کا ہو مرا ہی دل نہ امیں کہیں	112
84	اُسی کا تذکرہ ہے مَیں نہیں ہُوں	113
85	اِک روز، مرے پیار کو وہ یاد کریں گے	115
86	سب ہی سُنتے ہیں، مری آہ و فغاں کی داستاں	117
87	جی چاہتا ہے اُن سے کروں پیار بار بار	119
88	تُو ہی فانی نہیں ہر چیز ہے فانی جانی!	121
89	محبت میں ہمیں تقدیر سے ٹکرانا آتا ہے	122
90	ترے نعلینِ پا کی آرزو کی	123

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
91	ہماری زندگی بارِ گراں ہے	124
92	ہے وابستہ تم سے ہی عزت ہماری	126
93	بخشا ہے تجھے حُسن نرالا ہی خدا نے	128
94	کُنجِ قفس میں سُن کے ترانہ بہار کا	129
95	کیا تماشا گاہِ عالَم میں تماشا ہو گیا	130
96	خدا بہتر سمجھتا ہے کہ کیا ہے	131
97	وعدے پہ اعتبار کیا، ہم نے کیا کیا	133
98	کر پائیں گے نہ ذکر تک اُن کا کسی سے ہم	135
99	ہم نے تمہاری چاہ میں کیا کیا نہیں کیا	136
100	اگر اُن کو مجھ سے محبت نہیں ہے	138
101	بھلا ہو گا ترا تُو بھی بھلا کر	139
102	پھاڑ ڈالا اُس نے خط سب کی نظر کے سامنے	140
103	تمنا ہو جسے فضلِ خدا کی	142

نمبر شمار	غزلیات	صفحہ نمبر
104	خزاں میں لُٹے گلستاں کیسے کیسے	144
105	دلِ شوریدہ سَر ہے اور مَیں ہُوں	146
106	دمِ آخر بھی میرے رُخ کی تابانی نہیں جاتی	147
107	کیا بات پوچھتے ہو رخِ لاجواب کی	149
108	جس شخص کی کبھی نہ نبھی ہو کسی کے ساتھ	150
109	مَیں وفا سرشت ہُوں بے وفا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں	151
110	لگا دل پہ چرکا وہ ہجر کا، نہ سکون ہے، نہ قرار ہے	153
111	یاالٰہی کر مجھے بھی شاد کامِ زندگی	154

حرفِ آرزو

شاعری انسان کے اندرونی جذبات و احساسات کا عکس ہوتی ہے سچّا شاعر وہ ہوتا ہے جو اپنے خیالات کو پوری دیانتداری سے شعر کے قالب میں ڈھالے مختلف شعرا نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے غزل شاعر کے خیالات کی سب سے بڑی عکّاس ہوتی ہے کیونکہ اِس کا میدان بہت وسیع ہے اور اِس میں مختلف النوع خیالات سمونے کی گنجائش ہوتی ہے مجھے بھی ابتدأ غزل ہی پسند ہے اور اسی کو اپنے خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے مَیں غزل گوئی میں اپنے داداجان پیر سید غلام معین الدّین گیلانی ؒ المتخلص مشتاقؔ کے اندازِ کلام سے متاثر ہُوں یہی وجہ ہے کہ میری غزلیات میں اُن کا رنگ نمایاں ہے داداجانؒ میری غزلیات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے میری یہ غزل اُنہیں بہت پسند تھی اور درگاہی قوالوں سے ریکارڈ کروا کے اکثر سُنا کرتے تھے۔

کسی کے حُسن پر مائل طبیعت ہوتی جاتی ہے
نئے دل کیلئے پیدا مصیبت ہوتی جاتی ہے

والدِگرامی پیر سیّد نصیرالدّین گیلانی المتخلص نصیرؔ کئی کتابوں کے مصنّف ہیں اور اُن کی شاعری فنّی شاعری ہے جبکہ داداجانؒ کی شاعری میں احساس کی گہرائی نظر آتی ہے اِس کے علاوہ عمِ محترم

پیر سیّد غلام حسام الدّین گیلانی المتخلص حسامؔ بھی ذوقِ سخن رکھتے ہیں اُن کی نعتیہ شاعری نہایت عمدہ ہے پوربی زبان میں بھی اُنہوں نے طبع آزمائی فرمائی ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ شہرت سے احتراز فرماتے ہیں اِسی لئے کوئی مجموعہ منصہ شہود پر نہیں آسکا "جانِ آرزو" میری غزلیات کا مجموعہ ہے جو شاید فنّی لحاظ سے تو اعلیٰ معیار پر پورا نہ اترتا ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ بیان کی سچائی اور جذبے کی شدّت کے اعتبار سے سخن شناس طبقہ میں پذیرائی حاصل کرے گا۔

نیازمندِ غوثِ اعظمؒ

سیّد غلام نظام الدّین جامیؔ گیلانی قادری

"جانِ آرزو" اور جامی گیلانی

ہم آج جب مختلف اصنافِ اُردو ادب کی رفتار کا جائزہ لینے بیٹھتے ہیں تو ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شاعری کی کتابیں نسبتاً زیادہ چھپ رہی ہیں اور شعر و سخن کے میدان میں نئے نئے نام سامنے آرہے ہیں میری ذاتی رائے میں اُن نوجوان شعرا میں سے بہت کم تعداد ایسے شعرا کی ہے جن کی شاعری کو پڑھ کر ہم بلا خوفِ تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلام کسی ایسے نوجوان کا نہیں ہوسکتا جسے شعری دنیا میں وارد ہوئے ایک بہت مختصر مدت ہوئی ہے ۔ ایسے نوجوان شعرا کے مجموعۂ کلام کے اکثر شعروں پر یہ گمان گزرتا ہے کہ یہ کلام کسی منجھے ہوئے کُہنہ مشق شاعر کا ہوگا۔ کچھ ایسی ہی بات میں نے "جانِ آرزو" کے شاعر جامی گیلانی کی اِس کتاب کے مسوّدے کو پڑھ کر محسوس کی ہے غزلیات پر مشتمل اِس شعری مجموعے کے بارے میں اظہارِ خیال کرنے سے قبل صاحبِ کتاب جامی گیلانی کا تعارف بے حد ضروری معلوم ہوتا ہے اِس لئے کہ یہ تعارف ایک ایسے خانوادے کے حوالے سے بنتا ہے جو گزشتہ صدی میں برِصغیر بھر میں اپنا تعارف آپ تھا۔ پوٹھوار میں واقع ایک بستی گولڑہ شریف کے نام سے پہچانی جاتی ہے جہاں کبھی ایک بزرگ ہستی پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانیؒ مقیم تھی رُشد و ہدایت کا چشمہ رواں تھا، ذکر و فکر کی محفلیں بھی سجتی تھیں اور علم و حکمت کی

روشنی بھی دُور دراز تک پھیل رہی تھی پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانیؒ کا ایک بڑا حوالہ اُن مختلف فتنوں کے خلاف جہاد بھی تھا جو دینِ اسلام کے مضبوط قلعے میں نقب لگانے کی کوشش میں تھے۔ پاکستان کے دارالسلطنت اسلام آباد سے ملحق اُسی بستی میں اب پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانیؒ کا مزار مرجعِ خاص و عام ہے۔

"جانِ آرزو" کے شاعر جامی گیلانی کا پورا اسمِ گرامی سیّد غلام نظام الدّین گیلانی ہے جامی تخلص ہے اور مشرباً قادری ہیں۔ آپ پیر مہر علی شاہ گیلانیؒ کی تیسری پشت کے ایک بزرگ پیر سیّد نصیر الدّین گیلانی المتخلص نصیر کے فرزندِ ارجمند ہیں جو صاحبِ دیوان شاعر ہیں اور خاص طور پر نعت بے حد خوبصورت لکھتے ہیں اور پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی کے والدِ محترم پیر سیّد غلام معین الدّین گیلانیؒ المتخلص مشتاق بھی ایک اچھے شاعر تھے آپ کا عارفانہ کلام "اسرار المشتاق" کے نام سے شائع ہوا پیر سیّد غلام معین الدّین گیلانیؒ نے وحدت الوجود پر بہت خوبصورت لکھا آپ کی یہ کتاب بے حد پسند کی گئی۔ جامی گیلانی اپنے دادا جانؒ سے متاثر ہوئے اور نہ صرف شاعری میں اُن کا تتبع کیا بلکہ سلسلہ قادریہ جدّیہ میں جامی گیلانی نے بیعت بھی اپنے دادا جانؒ کے دستِ مبارک پر کی۔

اب ذکر ہو جائے "جانِ آرزو" کا جو جامی گیلانی کی غزلیات کا مجموعہ ہے اِس شعری مجموعے

میں شامل غزلیات کی تعداد ۱۱۱ بنتی ہے کتاب کا آغاز ایک منقبت سے ہوتا ہے پہلا ہی شعر قاری کے دل پر "جانِ آرزو" کے شاعر کی پختگیِ کلام اور سلاست وروانی کے سکے کی مُہر ثبت کر دیتا ہے۔

ہر حال میں تعظیم کرو آلِؑ عبا کی
آتی ہے نظر اِن میں جھلک شیرِ خدا کی

اِس کتاب کے آغاز کے اِس شعر کو پڑھتے وقت مجھے جآمی گیلانی کی اُس غزل کے دو اشعار یاد آئے جو جآمی گیلانی نے اُس وقت کہی تھی جب آپ میٹرک کے طالبعلم تھے۔

ہماری زندگی بارِ گراں ہے
فقط محرومیوں کی داستاں ہے
مِرا ہر شعر غم کا ترجماں ہے
مِرا دیوان میری داستاں ہے

عموماً طالبعلمی کے دَور میں اوّل اوّل کہے گئے اشعار تُک بندی پر مشتمل ہوتے ہیں جبکہ جآمی گیلانی کے اِن اشعار کی سادگیِ بیان اور شعری پابندیوں کی پیروی جآمی گیلانی کے لئے مستقبل کا ایک ایسا شاعر بننے کی پیش گوئی کرتی ہے جس کی آواز جدا طور پر محسوس کی جائے گی "جانِ آرزو" کے ابتدائی صفحات میں منقبت کے بعد "سراج السالکیں ہے گولڑے میں" کے عنوان

سے خوبصورت اشعار لکھے ہیں دو اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

کرم جس پر نہ ہو مہرِ علیؒ کا
کوئی ایسا نہیں ہے گولڑے میں
ہیں جس کی ضو سے روشن ہر دو عالَم
وہ مہرِؒ عالیں ہے گولڑے میں

کتاب کے ابتدائی چند صفحات کے بعد قاری جب "جانِ آرزو" کے بابِ غزل پر پہنچتا ہے تو جآمی گیلانی یوں غزل سرا نظر آتے ہیں۔

کسی دن اُن کو سمجھانا پڑے گا
ستم ہر ایک گنوانا پڑے گا
ابھی منزل ہے تھوڑی دُور اپنی
ابھی کچھ دیر ستانا پڑے گا
اگر ہے قصد کعبے کا تو سُن لو
اِسی رستے میں میخانہ پڑے گا

آمدِ شعر کا معاملہ جآمی گیلانی کے ساتھ کچھ یوں ہے کہ گھوڑ سواری کے دوران پانچ پانچ غزلیں

ہو جاتی ہیں جو املا کروا دیتے ہیں اس بات کا اندازہ "جانِ آرزو" کے مطالعہ کے دوران قدم قدم پر ہوتا ہے ۔ ایک اور غزل کے چند اشعار سُنیے اور سَر دُھنتے جائیے۔

لگتا ہے کہ گزرے ہو مری جان اِدھر آج
مہکی ہوئی آتی ہے نظر راہ گزر آج
جس ماہ لقا تک نہ تھی کل اپنی رسائی
مہمان ہمارا ہے وہی رشکِ قمر آج
غیروں نے ہی کی ہوگی کوئی بات یقیناً
بدلا سا ہے کچھ آپ کا اندازِ نظر آج

ایک اور غزل میں "جانِ آرزو" کے شاعر کے شعری سفر کی مسافتیں بڑی تیزی سے طے ہوئیں جس کا اندازہ قاری کو ان اشعار سے ہوتا ہے ۔

دل کسی کی یاد میں رشکِ حرم جب سے ہُوا
سب ملائک گرد اُس کے باوضو پھرنے لگے
دیکھ کر جاؔمی کو یوں خوار وزبوں اُس نے کہا
آبرو والے بھی اب بے آبرو پھرنے لگے

چند ایک غزلوں میں عشقِ مجازی اور محبوبِ مجازی کے گلے شکووں کے بعد ذرا آگے چل کر جاؔمی گیلانی کے ہاں غزل میں نعت کا رنگ بھی خوب خوب نکھرا ہے دو اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

چلے تو جائیں گے ہم حشر میں لے کر گناہوں کو
مگر کس منہ سے فخرِ انبیا کا سامنا ہوگا
محمدؐ ہی شفیع المذنبیں ہوں گے وہاں جاؔمی
گنہگاروں کو محشر میں اُنہی کا آسرا ہوگا

جاؔمی گیلانی کی غزلوں میں کہیں کہیں تو یوں لگتا ہے جیسے غزل کا اسپِ تازی کچھ تھک سا گیا ہے اُس کی برق رفتاری میں فرق آگیا ہے لیکن دو ایک غزلوں کے بعد وہ پھر تازہ دم نظر آنے لگتا ہے۔ ایک اور غزل کے چند اشعار سے ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہو جاتی ہے ۔

ہزاروں پاسباں رہنے لگے ہیں آس پاس اُن کے
ملاقاتوں کی اب مخدوش صورت ہوتی جاتی ہے
کنارا کش جو ہونا چاہتا ہے ان دنوں مجھ سے
اُسی عیّار سے مجھ کو محبّت ہوتی جاتی ہے
زمانے پر عیاں ہونے لگے ہیں راز الفت کے

تمہارے عشق کی جاناں وضاحت ہوتی جاتی ہے

جامی گیلانی اِن دنوں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایل ایل بی شریعہ کے طالبعلم ہیں بظاہر تو وہ خانقاہی نظام کے ایک معروف خانوادے کے نوجوان ہیں جہاں زندگی کی مصروفیات میں سے مطالعہ کا وقت نکالنا اور اِس جواں سالی میں شعروادب کی دنیا سے رابطہ قائم رکھنا کٹھن سا لگتا ہے لیکن "جانِ آرزو" کی غزلوں کے اکثر اشعار اِس بات کے گواہ ہیں کہ جامی گیلانی کو علم اور کتاب سے محبت ہے اُردو، فارسی اور عربی کے الفاظ کا خوبصورت انتخاب اِس بات کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ جامی گیلانی مطالعۂ کتب کے لئے بھی وقت نکال لیتے ہیں ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

بعدِ مُردن پُرسشِ اعمال تو اپنی جگہ
اُن کے آنے سے مگر کچھ حوصلہ ہو جائے گا
سجدہ گاہِ اہلِ نسبت وہ زمیں ہو جائے گی
جس زمیں پر ثبت اُن کا نقشِ پا ہو جائے گا
جب ترا دل آئینہ ہوگا خدا کے نور کا
محو تیرے دل سے نقشِ ماسوا ہو جائے گا

خیالِ قیس، پردۂ محمل، سرِ محشر اور تیرِ نیم کش کا ذکر ہر چند کہ روایتی غزل کی باتیں ہیں مگر آیئے دیکھتے ہیں جامی گیلانی نے انہیں کس طرح برتا ہے۔

خیالِ قیس ہی اُس پردۂ محمل کی زینت ہے
خیالِ قیس ہی اُس پردۂ محمل سے نکلے گا
ہمارے قتل کا تب فیصلہ ہوگا سرِ محشر
وہ خون آلود خنجر جب کفِ قاتل سے نکلے گا
سمجھ کر دین اُس کی ہم اُسے دل میں جگہ دیں گے
وہ تیرِ نیم کش جب ترکشِ قاتل سے نکلے گا
سرِ عرشِ بریں پائے گا اعزازِ پذیرائی
وہ جملہ جو زبانِ مرشدِ کامل سے نکلے گا

"جانِ آرزو" کے مطالعہ کے دوران ۲ جامی گیلانی قدم بہ قدم ساتھ ساتھ چلتے نظر آتے ہیں ایک وہ جو غزل کا شاعر ہے اور دنیائے مجاز کی دیرینہ باتوں کو شعری جامہ پہنارہا ہے اور دوسرا وہ جو کبھی کبھی اِس دینا سے باہر نکل کر ایک نئی سمت یوں دیکھتا ہے جیسے اُس کے قدم اُس جانب مڑ جانے والے ہوں، جس سمت کا تعین اُس کے لئے "کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا" جیسی نعت

کا خالق کر چکا ہے۔ ایسے لمحوں میں وہ کچھ اِس طرح کی دعوت دیتا ہُوا نظر آتا ہے :

بصیرت کے طلب گارو! کوئی اہلِ نظر ڈھونڈو
شعورِ زندگی مِلتا ہے نگہِ مردِ کامل سے
کہیں گے حشر میں ہم منکروں سے بعد بخشش کے
کریں گے مصطفیٰؐ سب کی شفاعت ہم نہ کہتے تھے
اللہ رے سرِ حشر محمدؐ کی شفاعت
مجھ جیسے گنہگار کی امداد کریں گے
ہُوں قریبِ مرگ کب سے مصطفیٰؐ کے ہجر میں
کون پہنچائے مدینے نیم جاں کی داستاں
خود بخود ہو جائے گی معلوم سب کو حشر میں
مصطفیٰؐ کی رحمتوں کے سائباں کی داستاں

جوں جوں "جانِ آرزو" کے اختتامی صفحات قریب آتے جاتے ہیں، عشق و محبت، وفا و جفا، ہجر و فراق، شکایتِ زمانہ اور رُسوائی و بدنامی کے مضامین میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے اب جامیؔ گیلانی کے سامنے کتابِ زندگی کے کچھ دوسرے اوراق کُھلتے جاتے ہیں جن کی اہمیت پہلے مضامین کی

نسبت کسی طور کم نہیں ہے اِس حوالے سے ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

اِک طرف ہے گمرہی، اِک سمت ہے راہِ ہدیٰ
زندگی میں دو ہی رستے ہیں بشر کے سامنے
ساتھ ہے میرے، مِرا وہ رہبرِ کامل اگر
کیوں مَیں ہمت ہار دوں خوف و خطر کے سامنے
آدمیّت مال و دولت پر فدا ہونے لگی
سَر جھکا ڈالا بشر نے سیم وزر کے سامنے

کچھ اشعار بریلی شریف کے سفر کے دوران موزوں ہوئے تھے۔ جو "جانِ آرزو" کے اختتامی صفحات کی زینت بنے ہیں۔ اُن میں سے چند اشعار ملاحظہ کیجئے :

دلِ شوریدہ سَر ہے اور مَیں ہُوں
فغانِ بے اثر ہے اور مَیں ہُوں
تمہاری آرزو ہے اور دل ہے
تمہاری رہ گزر ہے اور مَیں ہُوں
تمہارے ہجر میں مصروفِ زاری

فقط اِک چشمِ تر ہے اور مَیں ہُوں

خوشا! یہ خوش نصیبی اپنی جامیؔ

بریلی کا سفر ہے اور مَیں ہُوں

مجموعی طور پر "جانِ آرزو" کی وہ غزلیں زیادہ خوبصورت ہیں جو چھوٹی بحر میں لکھی گئی ہیں کہیں کہیں اِس کتاب میں شامل غزلیات کا مجموعی حُسن ماند پڑتا محسوس ہوتا ہے اور آمد پر آورد کا گمان ہونے لگتا ہے مجموعی یہ تاثر کہاں تک درست ہے اِس کا صحیح جواب تو جامیؔ گیلانی ہی دے سکتے ہیں البتہ خیال آفرینی اور محاکات کی داد نہ دینا بخل سے کام لینے کے مترادف ہوگا "جانِ آرزو" کے علاوہ جامیؔ گیلانی کا ایک اور مجموعۂ رباعیات "عنوانِ آرزو" کے نام سے شائع ہُوا ہے راقم کو جس طرح مولانا حسرت موہانیؒ کی شاعری پڑھنے کے بعد اکثر یہ خیال گزرا کہ مولانا اور عشق و محبت کی یہ وارداتیں، یہ داستانیں، یہ شاعری مولانا کی کیسے ہوسکتی ہے کچھ اِسی سے ملتی جُلتی صورتِ حال "جانِ آرزو" کے شاعر سے ملاقات کے بعد دَر پیش رہی خیال آیا جامیؔ گیلانی ایک نوجوان پیرزادہ اِن غزلوں کا خالق کیسے ہوسکتا ہے خود سے یہ سوال کیا تو جواب ملنے میں زیادہ دیر نہیں لگی کہ جامیؔ گیلانی نے شعر و سخن میں جس عشق و محبت کی کیفیات کو اپنی غزلیات کا موضوع بنایا ہے اُس میں نہ تو بوالہوسی شامل ہے نہ اُس بوالہوسی کی وارداتیں جو بلاشبہ قابلِ گرفت

ہوسکتی تھیں۔ "جانِ آرزو" میری نظر میں اُس جامیؔ گیلانی کے شعری سفر کی داستان ہے جو ایک ایسے نوجوان شاعر ہیں جو جادۂ شعر و ادب پر آنکھیں بند کئے عازمِ سفر نہیں ہوئے بلکہ منزل کو نظر میں رکھ کر کُھلی آنکھوں سے مسافت طے کر رہے ہیں مستقبل کے قاری کو اُن سے بجا طور پر بڑی امیدیں وابستہ ہیں مَیں "جانِ آرزو" کی اشاعت پر جناب جامیؔ گیلانی کو مبارکباد پیش کرتا ہُوں۔

ڈاکٹر تصدّق حُسین راجا

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

جامؔی گیلانی کی شاعری

میرے لیے یہ بات انتہائی مسرت وانبساط کا باعث ہے کہ خانوادۂ مہریہ کے چشم وچراغ عزیزم سیّد غلام نظام الدّین جامی گیلانی کی شعری کاوش "جانِ آرزو" جو کہ غزلیات کا مجموعہ ہے منصۂ شہود پر آگئی ہے۔ مَیں نے اِس مجموعے کی ورق گردانی کی تو عجیب کیف اور سرور پایا ابھی تک لفظوں کی مہک سے سرشار ہُوں اور خود کو آج بھی "جانِ آرزو" کے صفحات میں بکھرا ہُوا اور ابھی تک اُنہی خیالات، جزبات اور احساسات کی گرفت میں محسوس کرتا ہُوں۔

جامؔی گیلانی کے مزکورہ مجموعہ کے مطالعہ کے دوران یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اِس مجموعے کا خالق کوئی عمر رسیدہ اور تجربہ کار بزرگ ہے جس کا مشاہدہ بڑا عمیق اور تجربہ بڑا وسیع ہے لیکن جب جامؔی گیلانی کی تصویر اور تعارفی خاکے پر نظر پڑتی ہے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ یہ 25 سالہ نوجوان 70 سالہ بزرگوں جیسی ٹھوس اور مدلّل باتیں کیسے کر رہا ہے تب ذہن فوری طور پر مصنّف کے جدِّ امجد حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانیؒ کی طرف جاتا ہے جو فقر وتصوف اور علم وحکمت کا بحرِ بیکراں تھے ذہن میں خیال ابھرتا ہے کہ اتنی عظیم المرتبت ہستی کے خانوادے کے چشم وچراغ سے اسی قسم کی غیر معمولی اور حیران کن باتوں اور کارناموں کی توقع کی جا سکتی ہے۔

شعر وادب کا میدان ہو یا علم وحکمت کی دنیا بہت کم نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو اتنی کم عمری میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں جامؔی گیلانی بھی اِسی قسم کے نوجوانوں میں سے ہیں جنھوں نے وقت سے بہت پہلے ہی اپنی ذہانت کی دھوم مچا دی ہے جامؔی گیلانی کے والدِ محترم پیر سیّد نصیر الدّین گیلانی المتخلص نصیؔر صاحبِ سجادہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف نے بھی کم عمری میں اپنے علم وفضل کی دھاک بٹھا دی تھی اُن کی شعری صلاحیتوں اور علم وحکمت اور دانائی کا ایک جہاں معترف ہے اہلِ علم ودانش اور اہل تصوف ابھی اُن کے والدِ محترم کی تحسین میں مصروف تھے کہ اُن کے فرزندِ ارجمند جامؔی گیلانی کی شاعری نے مہمیز کا کام کیا اور اپنے والدِ محترم کی شہرت کو دوآتشہ کر دِیا نیز خانوادۂ مہریہ کو چار چاند لگا دیے جامؔی گیلانی نے "جانِ آرزو" کی صورت میں جو غیر معمولی ادبی کارنامہ سر انجام دِیا ہے اُس کا ایک لحاظ سے کریڈٹ اُن کے والدِ محترم کو ہی جاتا ہے جن کے زیرِ سایہ اور زیرِ تربیت جامؔی گیلانی میں اعلیٰ شعری ذوق پروان چڑھا اہلِ تصوف اور اہلِ علم ودانش یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ عزیزم جامؔی گیلانی کے جدِّ امجد حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانیؒ کی مشہورِ زمانہ پنجابی نعت "اج سِک متراں دی ودھیری اے" میں "کتھے مہؔر علی کتھے تیری ثنا" کا مصرعہ کئی کتابوں پر بھاری ہے ایسے میں جامؔی گیلانی کے اندر شعری ذوق کا پروان چڑھنا اور شعری ذوق کا

اِس مجموعے کی صورت میں ظاہر ہونا ایک فطری بات تھی بقول شاعر

محبتوں کا تو اِک دن ظہور ہونا تھا
وہ خوشبوؤں کا گلہ کس طرح دبا دیتے

شاعری ایک خوشبو کی مانند ہوتی ہے جسے نہ تو بند رکھا جا سکتا ہے اور نہ دبایا جا سکتا ہے میرے خیال کے مطابق حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانیؒ نے جس شعری سفر کا آغاز کیا تھا جامؔی گیلانی کی شاعری اُس سفر کا تسلسل ہے بلکہ یہ کہنا اور بھی مناسب ہوگا کہ ''جانِ آرزو'' بھی پیر سیّد غلام معین الدّین گیلانیؒ المتخلص مشتاقؔ کے مجموعۂ کلام ''اسرار المشتاق'' اور پیر سیّد نصیر الدّین گیلانی المتخلص نصیؔر کے مجموعۂ رباعیات ''رنگِ نظام'' کی طرح ''کتھے مہؔر علی کتھے تیری ثنا'' کی تشریح و تفسیر ہے۔

جامؔی گیلانی کی تحریر بڑی پُر تاثیر اور دل عزیز ہے جذبات و احساسات اور خیالات و تصوراتِ جامؔی گیلانی مستقبل کے ایک بہت بڑے شاعر کی نوید سُنا رہے ہیں جامؔی گیلانی جذبہ و خیال کو لفظوں کے قالب میں ڈھالنے اور لفظوں سے خوبصورت شعری پیکر تراشنے کا فن اچھی طرح جانتے ہیں اُن کی شاعری کے مطالعہ سے اُن کی فنّی مہارت اور پختگی کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے جذبے اور احساس کی گہرائی اور فکر کی سچائی نے اُن کے شعری حُسن کو دوبالا کر دیا ہے وہ علمِ

آگہی کی دولت سے مالا مال ہیں اور شعری فنّی نزاکتوں اور زبان کی لطافتوں کا گہرا شعور رکھتے ہیں زبان سلیس اور جاندار ہے لفظوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے وہ زبان و بیان کے رموز سے پوری طرح آگاہ ہیں اُن کی شاعری خیال آفرینی اور نقطہ آفرینی کی دولت سے مالا مال ہے زیادہ تر علامتی انداز اختیار کیا گیا ہے تاہم کہیں کہیں بات سیدھے سادے انداز میں بھی کی گئی ہے جامؔی گیلانی کے ہاں سہلِ ممتنع کی بڑی عمدہ اور قابلِ تحسین مثالیں پائی جاتی ہیں اُن کا یہ شعری مجموعہ فنّی لحاظ سے اِتنے پائے کا اور شعری و معنوی حُسن کے اعتبار سے اِتنا جاندار اور پائیدار ہے کہ شعر فہمی کے فن سے آشنا طبقہ جامؔی گیلانی کی تحسین کیے بغیر نہیں رہ سکے گا اور اُن کے بیان کی سچائی اور جذبے کی شدّت کو ضرور محسوس کرے گا اِس مجموعے میں بہت سی خوبیاں ہیں کس کس کا ذکر کروں بقول شاعر

مَیں ایک سانس میں کیسے سمیٹ لوں اُس کو
وہ خوشبوؤں کی طرح سے بکھر کے آیا ہے

یوں تو بے شمار شعرا نے عشقِ حقیقی بزبانِ عشقِ مجازی کے فلسفے کے تحت بہت کچھ لکھا ہے لیکن بہت کم شاعر ایسے ہیں جنہوں نے اِس فلسفے کے تحت عمدہ اشعار تخلیق کیے ہیں۔ جامؔی گیلانی کا شمار بھی اُن ہی شعرا میں کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا اُن کی غزلیں حمدیہ، نعتیہ اور منقبیہ

رنگوں اور خوشبوؤں کا حسین امتزاج ہیں گو اُن کا انداز روایتی ہے اور تراکیب پرانی استعمال کی ہیں لیکن اِس کے باوجود اُن کے ہاں تازگی کا احساس ہوتا ہے اُن کی شاعری کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اُنھوں نے اُردو اور فارسی کے کلاسیکی شعرا کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کر رکھا ہے وہ اُس کلاسیکی شاعری سے خاصے متاثر بھی دکھائی دیتے ہیں اِس کا ثبوت اُن کی شاعری کے رنگ سے نمایاں ہے اُن کی شاعری میں بَلا کی موسیقیّت اور غنائیت ہے۔ کئی غزلیں پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اُن کی تخلیق کی محرّک بعض اساتذہ کی غزلوں کے مشہور مصرعے اور مقبول گیت ہیں۔

عشق، محبت، وفا، جفا، ہجر، فراق، رُسوائی اور بدنامی جیسے الفاظ اُن کی شاعری کا بنیادی حُسن ہیں۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ چھوٹی عمر میں شعر کہنا خاصا مشکل کام ہے لیکن جاؔمی گیلانی نے چھوٹی عمر میں نہ صرف شعر کہا ہے بلکہ اچھا شعر کہا ہے اور چھوٹی عمر میں بڑی بڑی باتیں کر کے ایوانِ علم و ادب میں گونج پیدا کر دی ہے کومل جذبوں کے اِس نازک خیال شاعر نے بعض اشعار ایسے بھی کہے ہیں جو کچی کلیوں کی مہک سے معمور اور کچے پھلوں کے ذائقے سے سرفراز ہیں کچی کلیوں کی ایک اپنی خوبصورتی اور کچے پھلوں کا ایک اپنا حُسن ہوتا ہے آیئے دیکھتے ہیں کہ جاؔمی گیلانی کی کچی کلیوں کی مہکار کیسی اور کچے پھلوں کا ذائقہ کیا ہے ؟

نہ پوچھو ہجر کی راتوں کی باتیں   تمھیں یہ سُن کے شرمانہ پڑے گا
لگتا ہے کہ گزرے ہو مری جان اِدھر آج   مہکی ہوئی آتی ہے نظر راہ گزر آج
دل کسی کی یاد میں رشکِ حرم جب سے ہُوا   سب ملائک گرد اس کے باوضو پھرنے لگے
ہو گئے اخلاص کی خوشبو سے جب لہجے تہی   ہم سجا کر لب پہ تیری گفتگو پھرنے لگے
آجا کہ تڑپتا ہُوں دن رات جدائی میں   اب چھوڑ بھی دے پیارے ہر روز کا تڑپانا
انجام محبت کا آتا ہے نظر ظالم   تُو ہم کو بُھلا دے گا ہم تجھ کو بُھلا دیں گے
جب ترا دل آئینہ ہو گا خدا کے نور کا   محو تیرے دل سے نقشِ ماسوا ہو جائے گا
خیالِ قیس ہی اُس پردۂ محمل کی زینت ہے   خیالِ قیس ہی اُس پردۂ محمل سے نکلے گا

جاؔمی گیلانی کا شمار اُن شعرا میں کیا جا سکتا ہے جن کے اشعار شاعرانہ اور فنّی اعتبار سے دنیائے ادب میں ہمیشہ گونجتے رہے ہیں ان کے یہ اشعار ملاحظہ کریں۔

سرِ عرشِ بریں پائے گا اعزازِ پذیرائی   وہ جملہ جو زبانِ مرشدِ کامل سے نکلے گا
رات ہو چاہے کہ دن ہو مجھ کو تڑپاتے ہیں وہ   نت نئے انداز سے مجھ پر ستم ڈھاتے ہیں وہ
جب بھی تمھارے حُسن پہ جاؔمی نثار تھا   اب بھی تمھارے حُسن پہ جاؔمی نثار ہے
جاناں! ہمارے پیار کی دنیا میں دھوم ہے   ہے تذکرہ ہمارا تمھارا نگر نگر

تمہاری ادائیں سراپا قیامت   بہاروں کا پیکر جوانی تمہاری

بصیرت کے طلب گارو! کوئی نظر ڈھونڈو   شعورِ زندگی ملتا ہے نگہِ مردِ کامل سے

دل کو رہتی ہے تمہاری آرزو کی آرزو   آرزو کی جستجو ہے، جستجو کی آرزو

اُس حسیں کی آرزو ہے میرے دل کو اسطرح   جیسے گل کو ہے چمن میں رنگ و بو کی آرزو

ہماری زندگی بارِ گراں ہے   فقط محرومیوں کی داستاں ہے

آدمیّت مال و دولت پر فدا ہونے لگی   سَر جُھکا ڈالا بشر نے سیم وزر کے سامنے

دلِ شوریدہ سَر ہے اور مَیں ہُوں   فغانِ بے اثر ہے اور مَیں ہُوں

تمہاری آرزو ہے اور دل ہے   تمہاری رہگزر ہے اور مَیں ہُوں

جامؔی گیلانی کے بارے میں اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اُن کی شعری خوبیوں کے بارے میں کئی صفحات تحریر کیے جا سکتے ہیں لیکن مَیں سمجھتا ہُوں کہ اچھی شاعری تعریف کی محتاج نہیں ہوتی کیونکہ ”پھولوں کو کبھی عطر لگایا نہیں کرتے“

دعاگو

فقیر محمد حمید الدّین سیالوی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

ہر حال میں تعظیم کرو آلِؑ عبا کی
آتی ہے نظر اِن میں جھلک شیرِ خدا کی
منسوب ہر اک لطف و کرم اِن کے ہے گھر سے
اِک دھوم جہاں میں ہے مچی جود و سخا کی
ہے آیۂ تطہیر کا مظہر یہ گھرانہ
عصمت پہ اِسی گھر کی گواہی ہے خدا کی
وابستہ رہو دامنِ اولادِ علیؑ سے
محشر میں اِسی گھر سے ہے اُمّید وفا کی
اے دردِ شہِ کرب و بَلا! تیرے تصدّق
تُو نے مِرے ہر دکھ کی ہر اِک غم کی دوا کی
اِس گھر کا ہر اِک فرد ہے تسلیم کا پیکر
طے کی ہیں کَڑی منزلیں تسلیم و رضا کی
صد شُکر، ثنا خوانِ محمدؐ ہُوں مَیں، جامؔی!
گُھٹّی میں محبّت ہے شہِؐ ارض و سما کی

دیکھ لیتا ہے جو اِک بار سراپا تیراؓ
وہ دل و جان سے ہو جاتا ہے شیدا تیراؓ

میرے دل میں رہے تا عمر محبت تیری
زندگی بھر مِرے سَر پر رہے سایہ تیراؓ

حشر کے روز چُھپوں گا مَیں ترے دامن میں
مجھ کو کافی ہے مِرے غوثؓ سہارا تیراؓ

مَیں غلام ابنِ غلام اور تُوؓ آقا میرا
تُوؓ کریم ابنِ کریم اور مَیں بندہ تیراؓ

اُس بلندی کو نہ چُھو پائے گا ماہِ کامل
جس بلندی پہ چمکتا ہے ستارا تیراؓ

نزع کی ساعتیں ہو جائیں گی آساں مجھ پر
میری نظروں میں سمایا ہے سراپا تیراؓ

تُوؓ نوازے گا جسے اُس کو نوازے گا خدا
وہ خدا کا بھی نہ ہوگا جو نہ ہوگا تیراؓ

زندگی بھر مِری نسبت رہے تیرے دَر سے
بعدِ مُردن بھی تعلّق رہے میرا تیراؓ

تیری نسبت کا حوالہ مِری پہچان بنے
عمر بھر بَن کے رہوں والہ و شیدا تیراؓ

تا ابد رہنا ہے اُس شہر کو فردوس مثال
ہے جہاں دفنِ رضاؓ چاہنے والا تیراؓ

کیوں نہ یہ جامؔی بے چارہ پکارے تجھؓ کو
ایک دیرینہ نمک خوار ہے آقا تیراؓ

نائبِ مصطفیٰؐ معین الدینؒ
مظہرِ مرتضیٰؓ معین الدینؒ

قیس لیلیٰ کے حُسن پر شیدا
مَیں ترا مبتلا معین الدینؒ

مَیں ہُوں ادنیٰ گدا ترے دَر کا
تُو ہے حاجت روا معین الدینؒ

ہو میسّر تمہارا قرب مجھے
کاش روزِ جزا معین الدینؒ

تُو ہے آقا تجھے لاج ہے مری
مَیں ہُوں تیرا گدا معین الدینؒ

مَیں پکاروں کسے سوا تیرے
میری بگڑی بنا معین الدینؒ

ہے طلبگارِ چشمِ لطف و کرم
جامؔیِ بے نوا معین الدینؒ

تُو مخزنِ علمِ خفی و جلی یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ
تُو بحرِ علومِ مولا علیؓ یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ

اے خواجہ سلیمانؒ کے ثانی اے نورِ محمدؒ کے جانی
تُو چشت کے گلشن کی ہے کلی یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ

امداد ہو میری بہرِ خدا اے منبعِ مہر و جود و سخا
ہے تجھ سے وفا کی رِیت چلی یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ

ہر ایک ہے تیرا شیدائی ہر سمت ہے تیری رعنائی
کیا خوب تری صورت ہے بھلی یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ

حالات پہ میرے کیجے نظر امداد بحقّ خواجہ قمرؒ
سَر سے نہیں غم کی شام ڈھلی یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ

اس دل کی سیاہی دُور کرو مغموم کو اب مسرور کرو
کہتا ہے غلامِ مہرِ علیؒ یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ

ہُوں روزِ ازل سے تیرا گدا سو جان سے ہُوں مَیں تجھ پہ فدا
نسبت ہے ترے دَر سے ازلی یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ

ذرّے جو ترے قدموں سے لگے تارے بَن کر سارے چمکے
جنّت سے حسیں ہے تیری گلی یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ

جاؔمی ہے تمہارے دَر کا گدا جاؔمی کی سُنو فریاد ذرا
از بہرِ جنابِ مہرِ علیؒ یا خواجہ محمد شمس الدّینؒ

سراج السالکیں ہے گولڑے میں
امام الواصلیں ہے گولڑے میں

اگرچہ خاطی و عاصی ہُوں لیکن
شفاعت کا یقیں ہے گولڑے میں

شہِؒ بغداد کی آنکھوں کا تارا
غلامِ محیِ دیںؒ ہے گولڑے میں

کرم جس پر نہ ہو مہرِ علیؒ کا
کوئی ایسا نہیں ہے گولڑے میں

ہیں جس کی ضو سے روشن ہر دو عالَم
وہ مہرِ عالمیں ہے گولڑے میں

خدا کو بھی ہے جس سے پیار جاؔمی
اِک ایسا نازنیں ہے گولڑے میں

ظلمتوں میں اُجالا ہمارا رضاؒ
نعمتِ حق تعالیٰ ہمارا رضاؒ

اچھے اچھوں سے اچھا ہمارا رضاؒ
اُونچے اُونچوں سے اُونچا ہمارا رضاؒ

دونوں عالم کے پیارے ہیں غوث الوریٰؒ
غوثِ اعظمؒ کا پیارا ہمارا رضاؒ

کوئی اُس کی نگاہوں میں جچتا نہیں
جس نے اِک بار دیکھا ہمارا رضاؒ

فکرِ دنیا نہیں فکرِ عقبیٰ نہیں
حامیِ دِین و دنیا ہمارا رضاؒ

جس سے تاریک راہیں منور ہوئیں
روشنی کا وہ منبع ہمارا رضاؒ

ہم رضاؒ کے ہیں شیدائی اے نجدیو!
مصطفیٰؐ کا ہے شیدا ہمارا رضاؒ

ہر محاذِ قلم پر ہُوا سرخرو
دِین کے کام آیا ہمارا رضاؒ

بزمِ ہستی کی جاؔمی شبِ تار میں
چاند ہے چودھویں کا ہمارا رضاؒ

قائدؒ اہلِ سنّت پہ لاکھوں سلام
محسنِ قوم و ملّت پہ لاکھوں سلام

جس نے اِک ماہ میں حفظ قرآں کیا
ایسے حافظ کی ہمّت پہ لاکھوں سلام

اُس کی بھولی اداؤں پہ لاکھوں درود
اُس کی سادہ طبیعت پہ لاکھوں سلام

فخرِ دیں ، نازِ ملّت پہ بے حد درود
پیکرِ باکرامت پہ لاکھوں سلام

کاشفِ سرِّ منطق پہ بے حد درود
شارحِ علمِ ہیئت پہ لاکھوں سلام

خدمتِ دیں میں جس کی کٹی زندگی
اُس کی بے لوث خدمت پہ لاکھوں سلام

وہ رضاؒ جو تھا شیدائے غوث الوریٰؓ
اُس رضاؒ پاک طینت پہ لاکھوں سلام

بابِ غزل

کسی دن اُن کو سمجھانا پڑے گا
ستم ہر ایک گنوانا پڑے گا
ابھی منزل ہے تھوڑی دُور اپنی
ابھی کچھ دیر ستانا پڑے گا
اگر ہے قصد کعبے کا تو سُن لو
اِسی رستے میں میخانا پڑے گا
تمہارے عہد و پیماں یاد کر کے
دلِ مضطر کو بہلانا پڑے گا
رہِ الفت پہ چلنے کا قرینہ
کسی دن اُن کو سکھلانا پڑے گا
مجھے تنبیہہ کی پیرِ مغاں نے
تجھے محفل سے اُٹھوانا پڑے گا

کسی دن اُن کو سمجھانا پڑے گا
ستم ہر ایک گنوانا پڑے گا
ابھی منزل ہے تھوڑی دُور اپنی
ابھی کچھ دیر ستانا پڑے گا
اگر ہے قصد کعبے کا تو سُن لو
اِسی رستے میں میخانا پڑے گا
تمہارے عہد و پیماں یاد کر کے
دلِ مضطر کو بہلانا پڑے گا
رہِ الفت پہ چلنے کا قرینہ
کسی دن اُن کو سکھلانا پڑے گا
مجھے تنبیہہ کی پیرِ مغاں نے
تجھے محفل سے اُٹھوانا پڑے گا

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

نہ پوچھو ہجر کی راتوں کی باتیں
تمہیں یہ سن کے شرمانا پڑے گا

بالآخر آج اس نے کہہ دیا ہے
تمہارا پیار ٹھکرانا پڑے گا

مریضِ عشق کی حالت نہ پوچھو
مسیحاؤں کو گھبرانا پڑے گا

نقابِ روئے جاناں نہ اُٹھے
ہمیں ورنہ مچل جانا پڑے گا

قریبِ مرگ ہے جامی تمہارا
دمِ آخر تمہیں آنا پڑے گا

بڑھ کے اُس ذات سے کوئی مجھے پیارا نہ ہُوا
اور کوئی بھی مِری آنکھ کا تارا نہ ہُوا

ہم کو معلوم تھا اِک روز وہ دھوکا دیں گے
اُن سے افسوس مگر پھر بھی کنارا نہ ہُوا

ظلم سہتے ہی کٹی عمر ہماری ساری
کوئی شکوہ بھی مگر ہم سے تمہارا نہ ہُوا

ہم ترے عشق میں برباد ہوئے ہیں ظالم
اِک ذرا پاس مگر تجھ سے ہمارا نہ ہُوا

جس کی قربت کی تمنا تھی تجھے اے جامی!
اُس سے اِک لمحہ ترا قرب گوارا نہ ہُوا

لگتا ہے کہ گزرے ہو مری جان اِدھر آج
مہکی ہوئی آتی ہے نظر راہ گزر آج

صد شُکر کہ مَیں منتظرِ دید تھا جس کا
دیکھی ترے کوچے کی وہ رنگین سحر آج

جس ماہ لقا تک نہ تھی کل اپنی رسائی
مہمان ہمارا ہے وہی رشکِ قمر آج

غیروں نے ہی کی ہو گی کوئی بات یقیناً
بدلا سا ہے کچھ آپ کا اندازِ نظر آج

وہ حال ترا پوچھنے آجائیں گے جامیؔ!
کچھ کام دکھائے گی تری آہِ سحر آج

حال اُس کو اپنے دل کا بتایا تو کیا ہُوا
افسانۂ فراق سُنایا تو کیا ہُوا

احباب نے جو اُس سے مِلایا تو کیا ہُوا
سویا ہُوا یہ درد جگایا تو کیا ہُوا

آنکھوں پہ اب بھی مجھ کو بٹھاتا ہے اِک جہاں
تُو نے نظر سے اپنی گرایا تو کیا ہُوا

مِل جائے گا کوئی تو وفا آشنا ہمیں
اُس کو وفا شناس نہ پایا تو کیا ہُوا

مَیں نے بھی دل سے تیری محبّت نکال دی
تُو نے جو میرا پیار بھُلایا تو کیا ہُوا

وہ ہو گئے ہیں وقف زمانے کے واسطے
سب کچھ جو اُن پہ ہم نے لُٹایا تو کیا ہُوا

پہلے ہی اِک جہاں کا ستایا ہُوا تھا مَیں
تُو نے مجھے جو اور ستایا تو کیا ہُوا

تحریر میں یہ کرب نشانی ہے یار کی
الفاظ میں یہ درد سمایا تو کیا ہُوا

وہ تو جفا کی راہ سے جامیؔ نہ ہٹ سکا
تُو نے وفا کا قول نبھایا تو کیا ہُوا

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

ہاتھوں کو کیا اُٹھا کر کوئی دعا کرے
سُنتا ہی جب نہیں وہ کون التجا کرے

وابستہ ہو گئے ہیں ہم اُس کی ذات سے
اب چاہتا ہے جو بھی، وہ دلربا کرے

جس دل کا ہوں مقدر پیہم اُداسیاں
محرومیوں کا اپنی کس سے گلہ کرے

مَیں اُس کی آرزو سے، صرفِ نظر کروں
آئیں کبھی نہ ایسے لمحے خدا کرے

دنیا میں کیا مسیحا ایسا کوئی نہیں
چارہ جو آج جامیؔ کے درد کا کرے

لے کے سینے میں تمہاری آرزو پھرنے لگے
ہم تمہاری جستجو میں کوبکو پھرنے لگے

نزع کے عالَم میں بھی بُھولی نہ میخانے کی یاد
میری آنکھوں میں صراحی اور سبو پھرنے لگے

میرے اُن کے درمیاں جب رنجشیں پیدا ہوئیں
ہائے کیا اغیار، ہو کے سرخرو پھرنے لگے

ہو گئے اخلاص کی خوشبو سے جب لہجے تہی
ہم سجا کر لب پہ تیری گفتگو پھرنے لگے

داغ اپنی بے وفائی کا مٹانے کے لئے
میری رُسوائی لئے وہ چار سُو پھرنے لگے

دل کسی کی یاد میں رشکِ حرم جب سے ہُوا
سب ملائک گِرد اُس کے باوضو پھرنے لگے

دیکھ کر جامؔی کو یوں خوار و زبوں اُس نے کہا
آبرو والے بھی اب بے آبرو پھرنے لگے

ہمارا ہم خیال اِک دن زمانہ بَن ہی جائے گا
کوئی تو اپنے جینے کا بہانہ بَن ہی جائے گا

مرتّب ہو ہی جائے گی ہماری داستاں اِک دن
کہانی بَن ہی جائے گی، فسانہ بَن ہی جائے گا

کہاں تک عیش راس آئے گا دنیائے محبت میں
غم و درد و الم کا دل نشانہ بَن ہی جائے گا

کبھی تو اُن کے کوچے کی بہاریں ہم بھی لُوٹیں گے
کبھی تو اُن سے ملنے کا بہانہ بَن ہی جائے گا

ہمارے ہو ہی جائیں گے وہ اب اُمّید ہے جامؔی
ہمارا اُن کے دل میں آشیانہ بَن ہی جائے گا

مجھ کو پرائی آنکھ سے دیکھا نہ کیجئے
لِللہ میرے پیار کو رُسوا نہ کیجئے

جس بے وفا نے آپ کو دل سے بُھلا دِیا
اُس بے وفا کی یاد میں رویا نہ کیجئے

اِک دن ضرور آپ کو دیں گے دغا یہ لوگ
میرے سوا کسی پہ بھروسہ نہ کیجئے

جو بھی ہے دل میں بات وہ لائیں زبان پر
ہم سے کوئی بھی بات چُھپایا نہ کیجئے

جنسِ وفا گراں ہے زمانے میں آجکل
جامیؔ ! وفا کا اُن سے تقاضا نہ کیجئے

سو جاں سے مری جان یہ دل تجھ پہ فدا ہے
لگتا ہے تُو دنیائے محبت کا خدا ہے

کر اپنے سوالی کو عطا سوزِ محبت
مشہور زمانے میں تری جود و سخا ہے

کیا یونہی مری عمر گزر جائے گی روتے
کیا میرے مقدر میں تڑپنا ہی لکھا ہے

کیا لائے وہ شاہوں کی شہنشاہی نظر میں
جو کوچۂ سرکارِ دوعالَم کا گدا ہے

اُس حُسنِ فسوں گر کو بھلا اور کہیں کیا
عیّار ہے، قاتل ہے، قیامت ہے، بَلا ہے

قسمت ہی میں لکھا تھا یہ دن دیکھنا مجھ کو
اپنوں سے شکایت ہے نہ غیروں سے گلہ ہے

تاحشر رہے یار کا میخانہ سلامت
اپنی تو فقط ایک ہی جامیؔ یہ دعا ہے

جب نزع کا وقت آئے لے مرشدِ میخانا
بیمارِ محبت کی بالیں پہ چلے آنا

اِس عالمِ ہستی میں ہے کون بھلا اپنا
مطلب کا زمانہ ہے ، مطلب کا ہے یارانا

مَیں رازِ حقیقت ہُوں کیا کوئی مجھے سمجھے
اپنوں میں تو اپنا ہُوں ، بیگانوں میں بیگانا

جب مَیں نہ رہوں گا تب ہو جائے گا راز افشا
دنیا کو سُنائے گی ، دنیا مِرا افسانا

اپنا نہ ہُوا اپنا ، قسمت ہی کچھ ایسی تھی
بیگانے سے کیا شکوہ ، بیگانہ ہے بیگانا

اِتنا ہی صلہ کافی ہے میری وفاؤں کا
دو پھول ہی بُھولے سے تربت پہ چڑھا جانا

آجا کہ تڑپتا ہُوں دن رات جدائی میں
اب چھوڑ بھی دے پیارے ہر روز کا تڑپانا

یہ دَورِ خُم و ساغر جاری رہے محشر تک
تا حشر رہے قائم ساقی ترا میخانا

منگتوں کو دیئے جانا شیوہ ہے کریموں کا
خالی کسی سائل کو اچھا نہیں لوٹانا

اُس شاہؒ بریلی کی نسبت کا کرشمہ ہے
جامؔی کے یہ شعروں کا انداز جداگانا

ہمارا آپ کا جب حشر کے دن فیصلہ ہوگا
ہمارا ہاتھ ہوگا اور گریباں آپ کا ہوگا

ہمارے در پئے آزار ہونے کا سبب کیا ہے
کسی کا گر بُھلا سوچو گے اپنا بھی بُھلا ہوگا

کئی دن سے دھڑکنے کی صدا تک بھی نہیں آتی
کوئی رہزن ہمارا چھین کر دل لے گیا ہوگا

بلا رہبر نہ جا اِس راہ پر بس مان جا میری
بڑا ہی پُر خطر عشق و وفا کا راستہ ہوگا

محبت جب کسی عیّار سے ہو جائے گی تم کو
نہ ہوگا لطف مرنے میں ، نہ جینے میں مزا ہوگا

چلے تو جائیں گے ہم حشر میں لے کر گناہوں کو
مگر کس منہ سے فخرِ انبیاءؐ کا سامنا ہوگا

محمدؐ ہی شفیع المذنبیں ہوں گے وہاں جامیؔ!
گنہگاروں کو محشر میں اُنہی کا آسرا ہوگا

بے چارگی کی میری کوئی انتہا نہیں
کوئی بھی غم گسار ، کوئی آشنا نہیں

کس آسرے پہ چھوڑ دیا مجھ کو آپ نے
جز آپ کے کوئی بھی مِرا آسرا نہیں

جو بے وفا ہیں اُن پہ کرو شوق سے جفا
مَیں باوفا ہُوں مجھ پہ مناسب جفا نہیں

اِک آرزو ہے دل میں فقط تیرے وصل کی
اِس کے سوا کوئی بھی مِرا مدعا نہیں

زندہ ہُوں میں تو موت کے بس انتظار میں
اُن کے بغیر زیست کا کچھ بھی مزا نہیں

کیوں مجھ پہ بے وفائی کا تجھ کو گماں ہُوا
مجھ کو عزیز تجھ سے کوئی دوسرا نہیں

جامیؔ گدائے کوئے محمدؐ جو آپ ہیں
دنیا میں خوش نصیب کوئی آپ سا نہیں

خبر کیا ، دلربا آئے نہ آئے
وہ ہم سے ہے خفا آئے نہ آئے

گھڑی بھر بھی نہ میرے پاس ٹھہرے
وہ آئے بھی تو کیا ، آئے نہ آئے

سُنا دو دیدۂ تر کی زبانی
لبوں تک التجا آئے نہ آئے

نہ روکیں آپ مجھ کو دیکھنے سے
نظر پھر آپ سا ، آئے نہ آئے

اُنہیں سب آرزوئیں خط میں لکھ دو
زباں تک مدّعا آئے نہ آئے

یہ سوچا ہے لکھیں گے آپ کو خط
جواب اب آپ کا آئے نہ آئے

تمہاری یاد آتی ہے بہر طَور
تمہارا تذکرہ آئے نہ آئے

ہمیں ہر حال میں جینا پڑے گا
قرار اُن کے سوا ، آئے نہ آئے

کوئی حرفِ تسلّی ہی طبیبو !
سمجھ میں کچھ دوا ، آئے نہ آئے

ترے وعدے پہ کرلیں گے بسر ہم
یقیں اے بے وفا ! آئے نہ آئے

جبیں کو کام ہے سجدوں سے جاؔمی !
نظر وہ مہ لقا آئے نہ آئے

کرم فرمائیے گا بے کسوں کا آسرا ہو کر
کھڑا ہُوں ہاتھ پھیلائے سراپا التجا ہو کر
خیالوں پر جو چھائے ہیں نہ جانے میرے کیا ہو کر
بہت مشکل ہے گر جینا پڑا اُن سے جدا ہو کر
دَمِ رخصت وفا کا واسطہ دے کر کہا مَیں نے
قرارِ جاں ہو تم میرے نہ جاؤ یوں خفا ہو کر
پساروں آپ کے ہوتے دَرِ اغیار پر دامن
نہیں کرتی گوارا میری غیرت آپ کا ہو کر
نہ ہرگز دیکھ پاؤں گا نگاہِ لطف غیروں پر
توجہ غیر کی جانب ہمارے آشنا ہو کر
نہ دل میں موجزن خوشیاں نہ اب ہونٹوں پہ وہ نغمے
ترے بن رہ گئی ہے زندگانی بے مزا ہو کر

تِری منطق نرالی ہے ارے او حُسن کے پیکر
تقاضائے وفا کرتے ہو ہم سے بے وفا ہو کر
تمہارے دَر کی نسبت نے مجھے بخشی ہے وہ رفعت
کہ مہر و ماہ لگتا ہُوں تمہاری خاکِ پا ہو کر
دعا دیتا ہُوں ساقی مَیں تری مخمور آنکھوں کو
مَیں اَب پیتا ہُوں قیدِ جام و ساغر سے رِہا ہو کر
نظامِ مے کدہ درہم صراحی اور سبو ویراں
تماشائے جنوں دیکھوں تماشائی ذرا ہو کر
مجھے اندیشۂ رُسوائیِ محبوب تھا جامؔی!
پلٹ آئے بہت شکوے لبوں سے بارہا ہو کر

جو اُن پہ فدا ہوگا وہ اُس کو مٹا دیں گے
مٹی میں مِلا کر پھر مٹی بھی اُڑا دیں گے

انجام محبّت کا آتا ہے نظر ظالم
تُو ہم کو بُھلا دے گا ہم تجھ کو بُھلا دیں گے

برباد محبّت میں ہو جائیں گے ہم لیکن
اُن کو بھی محبت کا احساس دِلا دیں گے

مِلنے کی کوئی صورت اِک بار ذرا نکلے
کچھ آپ کی سُن لیں گے کچھ اپنی سُنا دیں گے

ہم جب بھی سُنائیں گے افسانہ محبّت کا
ہنس ہنس کے رُلا دیں گے رو رو کے ہنسا دیں گے

ناموسِ محمدؐ پر قربان دل و جاں ہیں
جب وقت پڑا جاؔمی ہم جان لُٹا دیں گے

اُن سے ہوئی ہے دل لگی اچھا یونہی سہی
ہم سے یہ کیا خطا ہوئی اچھا یونہی سہی

ہم کو دِیا ہے چھوڑ زمانے کے واسطے
ہم سے بھی تم نے خوب کی اچھا یونہی سہی

غیروں سے مِل رہے ہو بڑے مسکرا کے تم
ہم سے مگر یہ بے رخی اچھا یونہی سہی

اپنے بھی ہم نے چھوڑ دیئے جس کے واسطے
کی اُس نے بے مروّتی اچھا یونہی سہی

ہم کیا کہیں جو آپ نے جانا ہے اب ضرور
مرضی ہے گر یہ آپ کی اچھا یونہی سہی

دیتا ہُوں مَیں دہائی مِرے کردگار! سُن
قسمت یہ میری کیا لکھی اچھا یونہی سہی

جاؔمی نے تیرے واسطے چھوڑا جہان کو
جاؔمی سے کج روی تری، اچھا یونہی سہی

زمانے کو دیکھو تو کیا کر رہا ہے
مِرا یار مجھ سے جدا کر رہا ہے

تم اپنا کسی کو نہ جانو کبھی بھی
یہ سارا زمانہ دغا کر رہا ہے

ہمیں جس سے اُمّید تھی کل وفا کی
وہی آج ہم پر جفا کر رہا ہے

مجھے کاش آنکھیں لڑانے سے پہلے
کوئی تو یہ کہتا، خطا کر رہا ہے

کرو تم جفائیں مگر تم سے جامؔی
وفا کر رہا تھا وفا کر رہا ہے

وہ مہر و محبّت سے نا آشنا ہے
بڑا ناسمجھ ہے بہت بے وفا ہے

ہزاروں ہیں شیدا مِرے دلربا کے
سراپا قیامت مِرا دلربا ہے

مناسب نہ تھیں ہم پہ اِتنی جفائیں
ہماری وفاؤں کا کیا یہ صلہ ہے؟

قیامت میں یا رب بھرم میرا رکھنا
بحقِ محمدؐ، یہی التجا ہے

بھلا کیا شکایت کروں مَیں کسی سے
مقدّر میں میرے تڑپنا لکھا ہے

کریں آپ جامؔی پہ بے شک جفائیں
سلامت رہیں آپ بس یہ دعا ہے

جب سے ہماری آنکھ ہے اُن سے لڑی ہوئی
دل پر ہے تب سے ایک قیامت پڑی ہوئی

آجاؤ بام پر ، یہاں اِک حشر ہے بپا
ہے انتظارِ دید میں دنیا کھڑی ہوئی

رہتی ہے میری آنکھ کے ہر وقت سامنے
تصویرِ یار دل میں ہے ایسی جڑی ہوئی

سُنیے نہ اِن کی آپ ، یہ میرے رقیب ہیں
اِن کی ہر ایک بات ہے دل سے گھڑی ہوئی

لے لیں گے اوٹ زلفِ محمدؐ کی حشر میں
محشر کے روز دھوپ جو جاؔمی کڑی ہوئی

جاؔمی پہ اے خدا فقط اِتنا کرم رہے
تا عمر زیرِ سایۂ شاہِؐ امم رہے

محتاجِ التفات ہے حالِ زبوں مرا
تا عمر میرے حال پہ چشمِ کرم رہے

مجنوں ہی کیوں ہو راہِ محبت میں سنگِ میل
ہم بھی تو راہِ عشق میں ثابت قدم رہے

تقدیر کیا لکھی مِرے پروردگار نے
جب تک رہے جہاں میں رہینِ الم رہے

چھوڑا نہ ہم نے مہر و وفا کا کبھی چلن
ہر چند آپ مائلِ جور و ستم رہے

قربان اُس پہ کوثر و تسنیم کی بہار
جو آنکھ تیری یاد میں اے دوست نم رہے

جاؔمی خدا کا نام وہ کس منہ سے لے بھلا
ہر وقت جس کے دل میں خیالِ صنم رہے

کسی کے حُسن پر مائل طبیعت ہوتی جاتی ہے
نئی دل کے لئے پیدا مصیبت ہوتی جاتی ہے

ہزاروں پاسباں رہنے لگے ہیں آس پاس اُن کے
ملاقاتوں کی اب مخدوش صورت ہوتی جاتی ہے

کنارا کش جو ہونا چاہتا ہے اِن دنوں مجھ سے
اُسی عیّار سے مجھ کو محبت ہوتی جاتی ہے

زمانے پر عیاں ہونے لگے ہیں راز الفت کے
تمہارے عشق کی جاناں وضاحت ہوتی جاتی ہے

تری نسبت کے صدقے ہر کوئی تعظیم کرتا ہے
ہماری چار سُو دنیا میں عزت ہوتی جاتی ہے

ہمارے آنسوؤں کو دیکھ کر ہرگز نہ گھبرانا
تمہارے ہجر میں رونے کی عادت ہوتی جاتی ہے

ہمارے دل میں کیوں بسنے لگی ہے یاد غیروں کی
تمہارے پیار میں گویا خیانت ہوتی جاتی ہے

مجھے محفوظ رکھنا چشمِ بدبیں سے مِرے مولا
کہ مجھ پر اُن کی اب چشمِ عنایت ہوتی جاتی ہے

شفیعِ حشر کی شانِ شفاعت رنگ لائی ہے
گنہگاروں کی محشر میں شفاعت ہوتی جاتی ہے

یہی اِک فکر کھائے جارہی ہے رات دن جاؔمی!
محبت میں ہماری کیا یہ حالت ہوتی جاتی ہے

بڑھ گئی جب ہم سے اُس کی بے وفائی اور بھی
ہوگئی اُس بے وفا سے آشنائی اور بھی

چاہنے والوں نے جب دھوکے دیئے ہر موڑ پر
بُھولنے والے کو میری یاد آئی اور بھی

میرے دل میں قتل ہو جانے کا ارماں دیکھ کر
بڑھ گئی ظالم کی خنجر آزمائی اور بھی

پیار نے بخشا شعورِ آگہی ہر گام پر
عشق میں ہونے لگی عقدہ کشائی اور بھی

زعم تھا ہم کو پسِ مُردن وہ ہوں گے مہرباں
روزِ محشر شامتِ اعمال آئی اور بھی

ہوگئیں میرا مقدر دو جہاں کی عظمتیں
آستانے سے ترے جو لو لگائی اور بھی

منتظر کب سے تھا جامیؔ جب مری قسمت کُھلی
ایک جھونکے نے ذرا چلمن ہٹائی اور بھی

دیکھنا! جب مہرباں ہم پر خدا ہو جائے گا
راہ کا پتھر بھی خود اِک راستہ ہو جائے گا

ہے یہ دعویٰ جب ملوگے ہم سے تم اِک بار بھی
پھر سے قائم دوستی کا سلسلہ ہو جائے گا

بعدِ مُردن پرسشِ اعمال تو اپنی جگہ
اُن کے آنے سے مگر کچھ حوصلہ ہو جائے گا

اِس زمانے میں محبت کا یہی انجام ہے
جس کو چاہو گے وہی تم سے جدا ہو جائے گا

سجدہ گاہِ اہلِ نسبت وہ زمیں ہو جائے گی
جس زمیں پر ثبت اُن کا نقشِ پا ہو جائے گا

تجھ پہ بھی پڑ جائے گا سایہ مری تقدیر کا
دُور رہ ورنہ ترا دل غم کدہ ہو جائے گا

جب ترا دل آئنہ ہوگا خدا کے نور کا
محو تیرے دل سے نقشِ ماسوا ہو جائے گا

یہ کسے معلوم تھا آئے گا یہ بھی مرحلہ
چار سُو چرچا ہمارے عشق کا ہو جائے گا

مَیں اگر رونے پہ آیا ہجر میں تو دیکھنا
اِک تلاطم خیز دریا رونما ہو جائے گا

داستانِ عشق جامی تب سُناؤں گا اُسے
جب وہ ظالم غم سے میرے آشنا ہو جائے گا

الفت میں لُٹا بیٹھے ہیں ایمان ہزاروں
"پھرتے ہیں کیے چاک گریبان ہزاروں"

اِک مَیں ہی کھٹکتا ہُوں تری آنکھ میں ساقی
یوں تو ہیں تری بزم میں مہمان ہزاروں

اللہ رے اُن کے درِ ذی شان کی رفعت
منگتوں میں ہیں شامل جہاں سلطان ہزاروں

اِس تیرگیِ ہجر میں جو بخت ہو یاور
روشن ہوں ملاقات کے امکان ہزاروں

چوکھٹ سے تری اُٹھ کے بھلا جائیں کہاں وہ؟
دل میں جو لیے بیٹھے ہیں ارمان ہزاروں

شکوے مرے سُنتے ہی کہا اُس نے کہ، خاموش
ہیں سر پہ ترے آج بھی احسان ہزاروں

اُن ترچھی نگاہوں کا یہ انداز تو دیکھو
اِک دل کے تعاقب میں ہیں پیکان ہزاروں
خواہش ہے کہ مِل جائے کوئی درد شناسا
مِلنے کو تو مِل جاتے ہیں انسان ہزاروں
پھرتے ہیں یہاں عشق کے مجرم بھی بہت سے
کھولے ہیں حسینوں نے بھی زندان ہزاروں
ہم بھی ہیں ستائے ہوئے دنیا کی جفا کے
ہوتے ہیں ستم ہم پہ بھی ہر آن ہزاروں
جامی کا رہِ عشق میں حافظ ہے خدا ہی
ہر گام پہ لُٹنے کے ہیں سامان ہزاروں

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

کبھی جو برق کی زد میں تمہارا آشیاں ہوتا
اُٹھایا کب کا تم نے سَر پہ اپنے آسماں ہوتا
کِیا تقدیر نے یکجا ہمیں اِک موڑ پر ورنہ
نہ جانے تم کہاں ہوتے نہ جانے مَیں کہاں ہوتا
خلا ہم نے ہی چھوڑا تھا خود اپنے درمیاں ورنہ
یہ کب ممکن تھا کوئی میرے اُن کے درمیاں ہوتا
نہ جَلتا یوں نشیمن یوں نہ لگتی آگ گلشن میں
اگر اپنے چمن کے ساتھ مخلص باغباں ہوتا
سفر کرتا اگر تُو میرے صحرائے محبّت میں
ترے سَر پر سدا میری وفا کا سائباں ہوتا

تری رُسوائی کا ڈر ہے جو چُپ ہُوں آج تک ورنہ
مرا ہر اشک میرے حالِ دل کا ترجماں ہوتا
پپیہا رات دن اپنے پیا کی یاد میں روئے
سکوں اُس کو اگر ہوتا نہ یوں محوِ فغاں ہوتا
نہ شیرازہ بکھرتا میرے ارمانوں کی دنیا کا
مری دنیائے ہستی کا اگر وہ پاسباں ہوتا
فلک دیتا سلامی سَر کی عظمت کو ترے جاؔمی
اگر سجدوں کی قسمت میں وہ سنگِ آستاں ہوتا

کسی پر مرا دل فدا ہو رہا ہے
خدا خیر رکھے، یہ کیا ہو رہا ہے
مجھے عمر بھر جس نے بے چین رکھا
وہی درد راحت فزا ہو رہا ہے
تمہاری ہی محفل میں غیروں کے ہاتھوں
مرے ساتھ دیکھو! یہ کیا ہو رہا ہے
محبّت کی منزل کے راہی سنبھلنا
بہت پُر خطر راستہ ہو رہا ہے
زہے میری قسمت، کہ راہِ وفا میں
ترا نقشِ پا رہنما ہو رہا ہے

یہ کیوں میری آنکھوں سے آنسو رواں ہیں
یہ کون آج مجھ سے جدا ہو رہا ہے

ہمیں سے تعلّق ، ہمیں سے تغافل
ارے بندہ پرور ، یہ کیا ہو رہا ہے

اُٹھاتے ہو جاؔمی کو بے وجہ دَر سے
یہ کیا کر رہے ہو یہ کیا ہو رہا ہے

پَسِ قتل جاؔمی وہ گریہ کناں ہیں
مِرا خوں بہا ، یوں ادا ہو رہا ہے

نہ نکلا تھا نہ نکلا ہے نہ شاید دل سے نکلے گا
خیال اُس کا مرے دل سے بڑی مشکل سے نکلے گا

گھڑی محشر کی ہوگی اور سماں ہوگا قیامت کا
کوئی خاموش ہو کر جب تری محفل سے نکلے گا

خیالِ قیس ہی اُس پردۂ محمل کی زینت ہے
خیالِ قیس ہی اُس پردۂ محمل سے نکلے گا

ہمارے قتل کا تب فیصلہ ہوگا سرِ محشر
وہ خون آلود خنجر جب کفِ قاتل سے نکلے گا

تمہاری جستجو میں جب کوئی پہنچے گا منزل پر
تمہاری جستجو میں پھر اسی منزل سے نکلے گا

ترے دل میں بھی اِک ہلچل مچادے گا وہ اے زاہد
جو نغمہ اُس پری اندام کی پائل سے نکلے گا
سمجھ کر دین اُس کی ہم اُسے دل میں جگہ دیں گے
وہ تیرِ نیم کش جب ترکشِ قاتل سے نکلے گا
سرِعرشِ بریں پائے گا اعزازِ پذیرائی
وہ جملہ ، جو زبانِ مرشدِ کامل سے نکلے گا
ہم اکثر سوچتے ہیں شب کی تنہائی میں اے جامی
خیال اُس بے وفا کا کیا ہمارے دل سے نکلے گا؟

اب دل سے اُن کی یاد کے سائے نہ جائیں گے
مجھ سے کسی طرح وہ بُھلائے نہ جائیں گے
تب تک عدم کی راہ نہ دیکھوں گا مَیں کبھی
جب تک مرے قریب وہ لائے نہ جائیں گے
اے کاش زندگی کا سفر اب ہو مختصر
صدمے اب اور ہم سے اُٹھائے نہ جائیں گے
اللہ رے جمالِ محمدؐ ، کہ حشر میں
آنکھوں میں اُن کے جلوے سمائے نہ جائیں گے
کر تو رہے ہیں آج وہ وعدے نباہ کے
وعدے مگر یہ اُن سے نبھائے نہ جائیں گے

پوچھیں نہ آپ میری پریشانیوں کا حال
کچھ ایسے غم لگے ہیں بتائے نہ جائیں گے

اب تو قریبِ مرگ ہو ، چھوڑو کسی کی یاد
غنچے اب آرزو کے کھلائے نہ جائیں گے

جامیؔ اُنہیں تُو یاد نہ کر اور بھول جا
یاد آگئے تو پھر وہ بھلائے نہ جائیں گے

جامیؔ! وہ بے وفا ہے لگانا نہ اُس سے دل
اُس بے وفا کے ناز اُٹھائے نہ جائیں گے

جو عشق کی باتیں کرتے ہیں دنیا سے کب وہ ڈرتے ہیں
جو ڈرتے ہیں رُسوائی سے وہ خاک محبت کرتے ہیں

کیا آپ کو یہ احساس نہیں کیا دل پہ گذرتی ہے میرے
جو ناز و ادا سے آئینے کے سامنے آپ سنورتے ہیں

کیوں پوچھتے ہو یہ صبح و مسا، دل کس کو دیا ہے تم نے بھلا
وہ کون بھلا ہے تمہارے سوا؟ ہم جس کے حُسن پہ مرتے ہیں

ہرگز نہ رہے گی پھر دُوری، گر علم تمہیں یہ ہو جائے
کس طرح تمہاری فرقت میں میرے دن رات گذرتے ہیں

کیا خوبی ہے اُن لوگوں کی جن کو ہے بھروسہ مانجھی پر
دراصل تو ہمت ہے اُن کی جو ڈوب کے آپ اُبھرتے ہیں

کیا خوب زمانہ ہے یارو دیتے ہیں وہی دھوکہ ہم کو
ہم جن کو سمجھتے ہیں اپنا ہم جن پہ بھروسہ کرتے ہیں

اِن ماہ لقاؤں پر جامیؔ ہو جاتے ہیں جو اِک دم واری
وہ دن کو تڑپتے رہتے ہیں اور رات کو آہیں بھرتے ہیں

رات ہو چاہے کہ دن ہو مجھ کو تڑپاتے ہیں وہ
نت نئے انداز سے مجھ پر ستم ڈھاتے ہیں وہ

ایک وہ بھی وقت تھا جب بیٹھتے تھے مِل کے ہم
ایک یہ بھی وقت ہے جب مجھ سے گھبراتے ہیں وہ

پیار میں جو بھی ہوئی مجھ سے خطا تسلیم ہے
دیکھئے میرے لیے کیا حکم فرماتے ہیں وہ

بے بسی سے تھام کر دل ، آہ بھر لیتا ہُوں مَیں
رات کی تنہائی میں جب یاد آ جاتے ہیں وہ

آئنہ تصویر بَن جاتا ہے اُن کے سامنے
آئنے کے سامنے جب زلف سلجھاتے ہیں وہ

بزم دَر آغوش ہوتی ہیں مری تنہائیاں
خلوتِ جاں میں مری تشریف جب لاتے ہیں وہ

چھوڑیے اُمید جاؔمی وصل کی اِس عمر میں
زندگی بھر جو نہ آئے اب کہاں آتے ہیں وہ

ہر ستم سہہ لیں گے ہم یہ آپ سے وعدہ رہا
اب نہ ہو گی آنکھ نم یہ آپ سے وعدہ رہا

اب نہ رکھیں گے کبھی بھی آپ سے اے میری جاں
کوئی اُمیدِ کرم یہ آپ سے وعدہ رہا

آپ کی محرابِ اَبرو میں رہوں گا سجدہ ریز
چھوڑ کر دیر و حرم ، یہ آپ سے وعدہ رہا

کیوں پریشاں ہو گئے ہو اب نہ چھیڑوں گا کبھی
داستانِ رنج و غم ، یہ آپ سے وعدہ رہا

کیجئے ظلم و ستم سہہ لیں گے ہم بھی شوق سے
آپ کا ہر اِک ستم ، یہ آپ سے وعدہ رہا

اپنے خوں کو کام میں لا کر کریں گے ہم صنم
داستانِ غم رقم ، یہ آپ سے وعدہ رہا

اب نہ جاؔمی آپ کو دکھڑے سنائے گا کبھی
آپ کے سَر کی قسم یہ آپ سے وعدہ رہا

ارے او بے وفا! تم مائلِ جور و جفا کیوں ہو
ارے تم بے وفا کیوں ہو وفا نا آشنا کیوں ہو

تعلّق کی بِنا پر ہی کوئی شکوہ بھی کرتا ہے
تعلّق ہی نہیں جب آپ سے کوئی، گلہ کیوں ہو

رقیبوں نے کہی ہوگی ہمارے باب میں کوئی
خدا کے واسطے کچھ تو کہو ، آخر خفا کیوں ہو

نہیں منظور نامہ بر کے ہاتھوں نامہ بھجوانا
ہمارے حال سے واقف کوئی بھی دوسرا کیوں ہو

بَھلا کیوں کر رقیبوں کو کوئی الزام دوں آخر
تمہیں جب بے وفا نکلے رقیبوں سے گلہ کیوں ہو

تمہارے درد کو لے کر الگ بیٹھے ہیں دنیا سے
شریکِ غم ہمارے ساتھ کوئی دوسرا کیوں ہو

تعلّق کیا رکھے دنیا سے دیوانہ محمدؐ کا
گدائے مصطفیٰؐ دنیا کے شاہوں کا گدا کیوں ہو

ترے دَم سے ہی تو رونق ہے میرے دل کی دنیا میں
خیالِ یار! تجھ کو بھُولنے کا حوصلہ کیوں ہو

کلامِ حضرتِ بیدمؒ ہے خضرِ راہ اے جامی!
مِرا راہِ سخن میں اور کوئی رہنما کیوں ہو

ہر وقت تیرے واسطے دل بے قرار ہے
موہوم سی اُمید ہے اِک انتظار ہے
کل اُس کو چاہتا تھا مَیں جتنے خلوص سے
اُس بے وفا سے آج بھی اُتنا ہی پیار ہے
کاسہ بدست ہے.جو کبھی شاہِ وقت تھا
با اختیار تھا جو ، وہ بے اختیار ہے
یہ بے تعلقی سرِ مرقد عجیب ہے
غیروں سے پوچھتے ہیں یہ کس کا مزار ہے
جب بھی تمہارے حُسن پہ جاؔمی نثار تھا
اب بھی تمہارے حُسن پہ جاؔمی نثار ہے

محبت آشنا جب سے مرا دل ہوتا جاتا ہے
ترا ہر اِک ستم سہنے کے قابل ہوتا جاتا ہے
کسی کے مدبھرے نینوں کو مَیں نے جب سے دیکھا ہے
مرا دل ناوکِ مژگاں سے گھائل ہوتا جاتا ہے
تری چوکھٹ پہ جس دن سے جبیں مَیں نے جھکائی ہے
سکونِ زندگی اُس دن سے حاصل ہوتا جاتا ہے
تمہاری یاد مَیں نے جب سے اِس دل میں بسائی ہے
یہ دل دنیا و مافیہا سے غافل ہوتا جاتا ہے
سکوں مر کر جو پا لیتے ہیں خوش قسمت ہیں وہ جاؔمی
ہمارے واسطے مرنا بھی مشکل ہوتا جاتا ہے

شہرت ہے تیری جانِ تمنّا نگر نگر
محشر ہے تیرے حُسن سے برپا نگر نگر

اُن سا نہ ہم نے کوئی بھی پایا جہان میں
دَردَر کی خاک چھان کے دیکھا نگر نگر

جاناں ! ہمارے پیار کی دنیا میں دھوم ہے
ہے تذکرہ ہمارا تمہارا نگر نگر

آنکھوں میں تیری دید کا ارماں لیے ہوئے
پھرتا ہے تیری چاہ کا مارا نگر نگر

جاؔمی ! ترے خلوص کی اُس نے نہ قدر کی
جس کے لیے ہُوا ہے تُو رُسوا نگر نگر

آئنے میں وہ اگر اپنا سراپا دیکھتے
اپنی آنکھوں سے خود اپنا ہی تماشا دیکھتے

بام پر آکر اگر جلوہ دکھا دیتے ہمیں
حشر سے پہلے ہی ہم اِک حشر برپا دیکھتے

محفلِ اغیار میں کیوں کر دِیا رُسوا مجھے
کاش کچھ تو بزم میں اپنا پرایا دیکھتے

جان تو دینی ہی تھی ہم نے بھی آخر ایک دن
راستہ آخر کہاں تک ہم تمہارا دیکھتے

کر دِیا برباد دل کو آج نظریں پھیر کر
کاش وہ ایسا نہ کرتے، ہم نہ ایسا دیکھتے

بے وفائی تم سے بھی کرتا زمانے میں کوئی
اور تم بھی دل لگانے کا نتیجہ دیکھتے

شُکر ہے جاؔمی ! کہ پہنچی زندگی انجام کو
اور اگر جیتے تو کیا معلوم کیا کیا دیکھتے

بندگانِ حرم رہ گئے ہیں
صاحبِ کیف ، کم رہ گئے ہیں
اب کہاں تیری قربت کی خوشیاں
صرف فرقت کے غم رہ گئے ہیں
دیکھ کر میکدے کی یہ رونق
دنگ ، اہلِ حرم رہ گئے ہیں
اُن کی نسبت نے ڈھانپا ہے سب کو
ٹوٹنے سے بھرم رہ گئے ہیں
منزلِ عشق وہ سامنے ہے
چل اُٹھا کچھ قدم رہ گئے ہیں

رفعتیں اُن سَروں کو مِلی ہیں
دَر پہ تیرے جو خَم رہ گئے ہیں
لاکھ تُو نے سنواری ہیں لیکن
پھر بھی زلفوں میں خَم رہ گئے ہیں
یاد ہے اُن کو ہر کوئی لیکن
بُھول جانے کو ہم رہ گئے ہیں
عشق کی دوڑ میں ہم سے جاؔمی!
اہلِ جاہ و حشم ، رہ گئے ہیں

رہے نسبت ترے نقشِ قدم سے
غرض کیا ہے مجھے جاہ و حشم سے

نہ ہم چھوڑیں گے اپنی خوئے تسلیم
نہ تم باز آؤ گے جور و ستم سے

تری آنکھوں میں سب کچھ دیکھتے ہیں
ہمارا کیا تعلّق ، جامِ جم سے

مَیں رہ جاتا ذلیل و خوار ہو کر
بھرم قائم رہا تیرے کرم سے

وہ ، جن کے ناخدا ہیں غوثِ اعظمؓ
وہ گھبراتے نہیں طوفانِ غم سے

پرستارِ وفا پر یہ جفائیں
بڑے ہی بے وفا ہو تم قَسم سے

شفاعت کی بروزِ حشر جامؔی !
قوی اُمّید ہے شاہِ اُمم سے

ہمیشہ رہی بدگمانی تمہاری
ہوئی ہم پہ کب مہربانی تمہاری

تمہاری ادائیں سراپا قیامت
بہاروں کا پیکر جوانی تمہاری

کروں کس طرح مَیں جدا غم کو دل سے
یہی غم تو ہے اِک نشانی تمہاری

مبارک ہمیں رنج سارے ہمارے
مبارک تمہیں شادمانی تمہاری

یہ تم ہو کہ سُنتے نہیں ہو ہماری
یہ ہم ہیں کہ ہر بات مانی تمہاری

خدا خیر رکھّے ہمارے دِلوں کی
جوانی کی رُت ہے سہانی تمہاری

پسِ مرگ اہلِ زمانہ کو جامؔی !
سُنائے گی دنیا کہانی تمہاری

جو اُس ماہ وَش سے جدائی ہوئی ہے
قیامت مِرے سَر پہ آئی ہوئی ہے

کرو گے بَھلائی بَھلا مجھ سے اب کیا
کبھی تم سے پہلے بَھلائی ہوئی ہے؟

بَھلا کیوں رکھیں پاس تصویرِ جاناں
نگاہوں میں صورت بسائی ہوئی ہے

گذارا ہے میرا ترے ہی کرم پر
ترے دَر سے ہی لَو لگائی ہوئی ہے

چلو کوئے جاناں میں پھر آج جاؔمی
یہ پھر بات دل میں سمائی ہوئی ہے

ہُوئی بھی تو ہوگی جفا آپ سے
نہیں کچھ اُمیدِ وفا آپ سے

ہماری نہ جب آپ اِک بھی سُنیں
کریں ہم بھی کیوں التجا آپ سے

نہیں آپ سے جب تعلّق رہا
کریں تو کریں کیا گلہ آپ سے

کیے جائیے آپ مشقِ ستم
بَھلا کون ہوگا خفا آپ سے

نہ پھر عمر بھر چین آیا اُسے
سرِ راہ بھی جو مِلا آپ سے

نہ کر پائے گا دُور کوئی مجھے
قوی ہے تعلّق مرا آپ سے

وہ کہتے ہیں جاؔمی سے ہر بات پر
ہمارا تو جی بھر گیا آپ سے

ملی کیا آپ کے دَر کی گدائی
ہماری ہوگئی ساری خدائی

سُنو فریاد میری غوثِ اعظمؒ
دَرِ اقدس پہ دیتا ہُوں دہائی

خدا کے واسطے اب آ بھی جاؤ
سہا جاتا نہیں دردِ جدائی

تمہیں اِک اُن کے دیوانے نہیں ہو
کہ اُن کا اِک زمانہ ہے فدائی

پریشاں تم جو یوں رہتے ہو جامیؔ
کسی بُت سے ہے شاید آشنائی

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

ستم کیا ، ظلم کیا ، جور و جفا کیا
محبت میں روا کیا ، ناروا کیا

ابھی تو گردشوں کی ابتدا ہے
نہ جانے دیکھنا ہے اور کیا کیا

وہی ہوتا ہے جو تم چاہتے ہو
ہمارا چاہنا ناچاہنا کیا

اُنہیں اپنے تغافل سے غرض ہے
کسک کیا ، اشک کیا ، آہ و بکا کیا

نہ دل آئے تو اچھے بھی بُرے ہیں
اگر دل آگیا ، اچھا بُرا کیا

مزا تو جب ہے نظروں ہی سے سمجھو
جو محتاجِ بیاں ہو مدّعا کیا
نہ ہو غم کیا حقیقت ہے خوشی کی
نہ گر ہو موت جینے کا مزا کیا
پیامی لوٹ کر واپس نہ آیا
خدا جانے کہا کیا اور سُنا کیا
نہ ہو ممکن بچھڑ کر جن سے جینا
ارے ایسوں سے جاؔمی ! رُوٹھنا کیا

کوچے میں ترے حشر بپا دیکھ رہے ہیں
ڈوبی ہوئی ماتم میں فضا دیکھ رہے ہیں
تجھ سے ہی وفا کی ہمیں اُمّید تھی لیکن
تجھ کو ہی نہیں پاسِ وفا ، دیکھ رہے ہیں
قسمت پہ ہمیں ناز تھا جب تیرے قریں تھے
ہائے رے نصیب آج یہ کیا دیکھ رہے ہیں
دن رات ہمیں رہتا تھا جس بات کا کھٹکا
آخر وہی کچھ ہو کے رہا دیکھ رہے ہیں
اللہ رے کیا جلوہ نمائی کا ہے عالم
ہر ذرّے میں ہم تیری ضیا دیکھ رہے ہیں

ہے پیشِ نظر اب بھی ترے حُسن کا نقشہ
دربار ترا اب بھی سجا دیکھ رہے ہیں
پھر بام پہ ہو چہرہ نما اے شہِ خوباں
تیری ہی طرف تیرے گدا دیکھ رہے ہیں
یوں تو ہیں زمانے میں حسیں اور بھی لیکن
تم پر ہی زمانے کو فدا دیکھ رہے ہیں
کیوں اُن سے شکایت کریں ہم ہجر کی جاؔمی
بس اپنے مقدّر کا لکھا دیکھ رہے ہیں

مجھے جس دن سے الفت ہوگئی ہے
خوشی اُس دن سے رخصت ہوگئی ہے
چلے آؤ کبھی تو ہم سے مِلنے
تمہیں دیکھے تو مدّت ہوگئی ہے
کہا اُس نے یہ عرضِ مدّعا پر
تمہیں اب اتنی جرأت ہوگئی ہے
نہیں اب چین مِلتا کوئی پَل بھی
تری فرقت مصیبت ہوگئی ہے
وفا کی اب کسی سے کیا توقع
یہ دنیا بے مروّت ہوگئی ہے
تری بے داد کا شکوہ کریں کیا
ہمیں رونے کی عادت ہوگئی ہے
نہ جاؔمی اب لگے گا جی یہاں پر
مجھے دنیا سے نفرت ہوگئی ہے

مسیحاؤ! بَھلا کیا پوچھتے ہو نیم بسمل سے
لگائے پھر رَہا ہے روگ لاکھوں عشق کے دل سے

کسی کی دل لبھانے والی باتوں میں نہ تم آنا
محبت کرنے والا میری جاں مِلتا ہے مشکل سے

بصیرت کے طلب گارو! کوئی اہلِ نظر ڈھونڈو
شعورِ زندگی مِلتا ہے نگہِ مردِ کامل سے

رِدائے بے خودی سی تن گئی چاروں طرف میرے
جمالِ یار جلوہ گر ہُوا اِس شانِ کامل سے

ہے بعدِ قتل بھی ارمان مجھ کو قربِ قاتل کا
لہو کی دھار لپٹی جارہی ہے تیغِ قاتل سے

تمہاری دید سے محروم ہیں گرچہ مری آنکھیں
نکل سکتی نہیں پھر بھی تمہاری آرزو دل سے

یہ کیسی بے حسی دیکھی کہ ہنستا ہی رَہا قاتل
ٹپکتا ہی رَہا لحہ بہ لحہ خوں مرے دل سے

وہ کیا دے گا بَھلا خیرات دَر پہ آنے والوں کو
جسے بس چھیننا آتا ہے کاسہ دستِ سائل سے

صعوبت جادۂ ہستی کی اُن سے پوچھئے جاؔمی
گزرتے ہیں جو اُلفت میں دل وجاں کے مراحل سے

نشے میں وہ اَنا کے آج کل یوں چُور رہتے ہیں
ہم اُن کو چاہتے ہیں وہ ہمیں سے دُور رہتے ہیں

کبھی حالات جن کے اِک اشارے پر بدلتے تھے
وہ اب حالات کے ہاتھوں بہت مجبور رہتے ہیں

زمانہ میرے ، اُن کے درمیاں حائل تو ہے لیکن
مرے دل کے نہاں خانوں میں وہ مستور رہتے ہیں

فراقِ یار میں روتی ہیں روز و شب مری آنکھیں
یہ وہ ساغر ہیں جو آٹھوں پہر معمور رہتے ہیں

فغاں لب پر، کسک دل میں، جگر سے درد اُٹھتا ہے
یہ حالت ہے، نہ جانے پھر بھی کیوں مسرور رہتے ہیں

شعورِ آگہی سے آج بھی خالی نہیں دنیا
اَنا الحق کہنے والے اب بھی کچھ منصور رہتے ہیں

خدا کی دین ہے یہ حُسن اُن کا کیا کمال اِس میں
حسینانِ جہاں جامؔی یونہی مغرور رہتے ہیں

وہ دل کہ حسینوں پہ جو شیدا نہیں ہوتا
اُس دل کے مقدّر میں چمکنا نہیں ہوتا

وہ ناؤ کنارے کبھی لگتی نہیں دیکھی
جس ناؤ کو ملّاح گوارا نہیں ہوتا

اُٹھتے ہی ترے دَر سے کہیں کا نہیں رہتا
جو تیرا نہیں ہے وہ کسی کا نہیں ہوتا

انساں کو بَنا دیتا ہے جو خُلق کا پیکر
ہر دل میں وہ اخلاص کا جذبہ نہیں ہوتا

اِس دردِ جدائی سے تو ہے موت ہی بہتر
بِن یار کے جینا کوئی جینا نہیں ہوتا

کس طرح بدل جاتا ہے سرعت سے زمانہ
ہو جاتا ہے وہ کچھ کہ جو سوچا نہیں ہوتا

مت سوچ ترے ساتھ ہُوا عشق میں کیا کیا
یہ سوچ کہ اس عشق میں کیا کیا نہیں ہوتا

جو غنچہ کہ بوسے نہیں لیتا ترے لب کے
اُس غنچے کی تقدیر میں کِھلنا نہیں ہوتا

کھویا ہوا رہتا ہے تصوّر میں کسی کے
خلوت میں بھی جاؔمی کبھی تنہا نہیں ہوتا

تیکھے تیکھے تیوروں میں تم صنم! اچھے لگے
جو بھی تم نے ڈھائے وہ سارے ستم اچھے لگے

نام تیرا لے کے بے خوف و خطر چلتا رہا
مجھ کو راہِ عاشقی کے پیچ و خَم اچھے لگے

آج مُدّت بعد اپنے شیخ جی آئے نظر
میکدے کو آ رہے تھے محترم اچھے لگے

جو دِیا تُو نے مجھے، تیری عطا سمجھا اُسے
سب ستم اچھے لگے، سارے کرم اچھے لگے

وقت اور حالات کے دھارے پہ مَیں بہتا گیا
مجھ کو طوفانِ الم کے زیر و بم اچھے لگے

حشر میں جاؔمی جمال آرا تھے جملہ انبیا
چشمِ خوش خُو کو مگر شاہِؐ امم اچھے لگے

کبھی خود آ کے جو تم دیکھ جاؤ بے بسی میری
بُھلا پاؤ نہ پھر تا عمر ، یہ افسردگی میری

مجھے جس نے کِیا ہے آشنا غم کی حقیقت سے
اُسی ظالم کی خوشیوں سے ہے وابستہ خوشی میری

بسی ہے میری رگ رگ میں شبِ ہجراں کی بیتابی
غمِ جاناں کا حاصل ہے سسکتی زندگی میری

ترے غم کا بسیرا ہے مِری آنکھوں کے آنگن میں
گواہی دے رہی ہے اِس پہ آنکھوں کی نمی میری

چمکتا ہُوں فلک کی وسعتوں میں شمس کی صورت
جہاں میں چار سُو پھیلی ہوئی ہے روشنی میری

پسِ مردن مِرے اشعار میری داستاں ہوں گے
کریں گے اہلِ دل محسوس دنیا میں کمی میری

مَیں تمہارے حُسن پہ تھا فدا ، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ ہمارے رَبط کی انتہا ، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ بھی وقت تھا کہ بہم تھے ہم ، نہ کوئی تھا رنج ، نہ کوئی غم
وہ زمانہ گزری بہار کا ، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ شبِ وصال کے ولولے ، وہ تمہارے لطف کے سلسلے
وہ جو زندگانی تھی پُرمزا ، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

نہیں رنج اِس کا ہمیں ذرا کہ وفا تُو ہم سے نہ کر سکا
یہ تھا ہم نے پہلے ہی کہہ دیا ، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے تُو نے دل سے بُھلا دیا ، نہیں تم سے جس نے گلہ کیا
مَیں وہی ہُوں جامیِ بے نوا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کریں گے وہ ہم سے کنارا کہاں تک
اُنہیں کھینچ لائیں گی آہیں یہاں تک

کسے جا کے حالِ غمِ دل سُناؤں
مری دَوڑ ہے بس ترے آستاں تک

کرو ظلم ، ڈھاؤ ستم مجھ پہ لیکن
نہ آئے گا شکوہ کوئی بھی زباں تک

نہ پایا کوئی ہم نے اپنا جہاں میں
نظر ہم نے دوڑائی اپنی جہاں تک

وہی بے وفا ہوگئے آہ جاؔمی
نہ تھا بے وفائی کا جن پہ گماں تک

تمناؤں کی دنیا میں نہ یہ ویرانیاں ہوتیں
مری تقدیر میں لکھّی نہ گر محرومیاں ہوتیں

تمہاری مہربانی میری بے باکی کا باعث ہے
جو تم نامہرباں ہوتے کہاں بے باکیاں ہوتیں

پہنچنا تھا سرِ منزل ہمیں ہر حال میں لیکن
اگر ہوتا نہ ساتھ اُن کا ، بڑی دشواریاں ہوتیں

ہمیں خود باعثِ آزار ہیں اپنے لئے ورنہ
نہ ہم ہوتے ، نہ دل ہوتا ، نہ دل آزاریاں ہوتیں

سمجھ لیتے اگر تم مدّعا اِس بے زباں دل کا
نہ شامل پھر ہماری زندگی میں تلخیاں ہوتیں

مری بدقسمتی ! حائل رہیں جو دُوریاں ہم میں
نہ گر یہ دُوریاں ہوتیں ، بہت نزدیکیاں ہوتیں

بھَلا تم سے کہا تھا کس نے اُن سے دل لگانے کو
نہ جاؔمی اُن کو دل دیتے نہ یہ رُسوائیاں ہوتیں

رُوح کی تاریکیوں میں روشنی ہے آپ سے
زندگی کی تلخیوں میں چاشنی ہے آپ سے

مجھ سے بے مایہ کو یہ نعمت مِلی ہے آپ سے
میرے دل میں عشق کی جلوہ گری ہے آپ سے

ہم سے اس درجہ تغافل کس لئے ہے آج کل
بات کوئی کیا رقیبوں نے کہی ہے آپ سے

بارگاہِ حُسن سے کیجئے عطا خیراتِ دید
تشنۂ دیدار کوئی ملتجی ہے آپ سے

آپ کو بھی مجھ سے ہو جائے محبّت اس طرح
جس طرح مجھ کو محبّت ہوگئی ہے آپ سے

آپ ہی جامؔی کے ہیں ہر شادی و غم کا سبب
آپ سے ہے چین دل کو، بے کلی ہے آپ سے

مری جاں! وقتِ آخر ہے وفا کر
خدارا دیکھ جا اِک بار آ کر

نہیں مَیں رات بھر رکنے کا کہتا
چلے جانا فقط صورت دکھا کر

تمہیں دل دے دِیا نذرانہ ہم نے
وفا کر چاہے اب ہم سے جفا کر

تمہیں ترچھی نظر کا واسطہ ہے
نہ ہم سے یوں مِلو نظریں چُرا کر

ترے الطاف کا خواہاں ہے جامؔی
کرم اِس پر کبھی بہرِ خدا کر

مضطرب سی کائناتِ دل رہی
کوئی مشکل سی سدا مشکل رہی

عمر بھر اُن سے نہ مِل پائیں گے ہم
گر یہ دنیا درمیاں حائل رہی

سسکیوں ، آہوں ، غموں کی سیج پر
دل میں اِک مغموم سی محفل رہی

دُور سب رنج و الم ہوتے رہے
وہ نظر ہر حال میں شامل رہی

عمر بھر مجنوں بنا پھرتا رَہا
میری حالت دید کے قابل رہی

جسم تو جاؔمی رَہا بے داغ ہی
رُوح زخموں سے مگر گھائل رہی

نہ جاؤ دیکھ کر یوں بے رخی سے
نہ کھیلو چار دن کی زندگی سے

سرِ رہ آج اُن سے جب ملے ہم
ہوئے محسوس وہ کچھ اجنبی سے

ترے جلوؤں کی رعنائی نے مجھ کو
کِیا آگاہ حُسنِ زندگی سے

اِدھر اشکوں سے وحشت جھانکتی ہے
اُدھر نغمے برستے ہیں ہنسی سے

نبھائیں گے وہ کیا وعدے وفا کے
بُھلا بیٹھے ہیں جو مجھ کو ابھی سے

وہ بربادی کے مجرم بھی نہ ٹھہرے
کِیا برباد ایسی سادگی سے

جسے ہو انتظارِ مرگ جاؔمی !
بھلا کیا کام اُس کو زندگی سے

نگاہیں وہ ہم سے مِلانے لگے ہیں
ہمیں شاید اپنا بنانے لگے ہیں

ذرا دل کی دھڑکن کو قابو میں رکھنا
جو گزری ہے دل پر ، سُنانے لگے ہیں

یہ خاموشیاں آپ کی کہہ رہی ہیں
کوئی بات ہے جو چُھپانے لگے ہیں

اُنہیں اور برباد تم کیا کرو گے
جو خود اپنی ہستی مٹانے لگے ہیں

خدا ہی رکھے اُن سے محفوظ جامیؔ
اِدھر کی اُدھر جو لگانے لگے ہیں

قیامت اُن کے دل کی انجمن میں اِک اُٹھا آیا
سُنا کر آج اُن کو دل کا سارا ماجرا آیا

مِری نیندوں پہ بھی اِک کیف کا عالَم ہُوا طاری
مِرے خوابوں کی دنیا میں جو میرا دلربا آیا

جفا و جور کا جس کی نشانہ اِک زمانہ تھا
قیامت ہے سرِ محشر وہ بَن کر پارسا آیا

مِرے دامن میں اب کچھ بھی نہیں باقی رہا پیارے
وفاؤں کے سبھی گوہر ترے دَر پر لُٹا آیا

یہاں سب غیر بیٹھے ہیں الٰہی! ماجرا کیا ہے
نظر اب تک نہ کیوں محفل میں کوئی آشنا آیا

کسی پہلو اُسے چین آ سکا نہ دیر تک یارو
جب اُس کی بزم میں بُھولے سے میرا تذکرہ آیا

کرم سے اُس کے دامانِ تہی کو بھر دِیا تُو نے
جو تیرے آستانِ ناز پر بَن کر گدا آیا

چڑھایا رنگ اُس پر غیر کی محفل نے کچھ ایسا
گیا تھا باوفا واپس وہ بَن کر بے وفا آیا

نہ ڈالی حُسن کی خیرات تُو نے اُس کے کاسے میں
ترے دَر پر سوالی بَن کے جامی بارہا آیا

اُس بتِ کافر سے ہے مجھ کو محبت آج بھی
ڈس رہی ہے میرے دل کو اُس کی فرقت آج بھی

بے وفا! تیری نگاہِ ناز کا مرکز تھا مَیں
یاد ہے مجھ کو تری طرزِ عنایت آج بھی

جو کبھی میرے بنے تھے اور اب ہیں غیر کے
پی رہا ہُوں اُن کے غم میں، بے ضرورت آج بھی

نے کِھلا کوئی شگوفہ نے بہار آئی کبھی
خوں کے آنسو رو رہی ہے میری قسمت آج بھی

دیوتا ہے حُسن کا وہ، مَیں پجاری کی طرح
کر رہا ہُوں من کے مندر میں عبادت آج بھی

میکدہ معمور ہے کیا زندگی کے نور سے
دیر و کعبہ میں ہے رقصاں دیوِ ظلمت آج بھی
دل کی ہر دھڑکن میں اُس کافر ادا کی یاد ہے
آنکھ کی پُتلی میں ہے اُس بت کی صورت آج بھی
کل بھی تھی ربِّ دو عالَم کی عنایت دستگیر
ہے شریکِ حال میرے اُس کی رحمت آج بھی
کل بھی تھی واللہ ہر شک سے تری چاہت ورا
ہے ترے اخلاص میں جاؔمی صداقت آج بھی

آ جاؤ یہاں بھول کے سرکار کسی دن
جاں سے نہ گزر جائے یہ بیمار کسی دن
جو آج مِرا مخلص و غم خوار بہت ہے
ہو جائے گا وہ درپئے آزار کسی دن
وہ لاکھ نقابوں میں چھپائے پھریں چہرہ
مَیں چوم ہی لوں گا لب و رخسار کسی دن
مغرور نہ ہو ، حُسن تو ہے دین خدا کی
بِک جائے گا یوسف سرِ بازار کسی دن
جو خود ہے جفا کار و جفا خو و جفا کیش
ٹھہرائے گا مجھ کو ہی خطا وار کسی دن

دعویٰ ہے جسے آج بہت مجھ سے وفا کا
کر دے نہ مرے پیار سے انکار کسی دن

ناراض ہو کیوں؟ کس لئے ماتھے پہ شکن ہے؟
چاہت کا کیا آپ سے اظہار کسی دن

ڈرتا ہُوں کہ اُس زلفِ گرہ گیر میں یارو!
واعظ بھی نہ ہو جائے گرفتار کسی دن

بس جائیں گے اِس دل میں کسی اور کے جلوے
لُٹ جائے گا جاؔمی! ترا گھر بار کسی دن

بہاروں کا نظارا مِل گیا ہے
ہمیں محبوب پیارا مِل گیا ہے

بھنور سے اب نکل آئے گی کشتی
اِسے تیرا اشارا مِل گیا ہے

سکونِ دل کے بدلے درد پایا
محبّت میں خسارا مِل گیا ہے

خدا سے اور کیا مانگے بھلا وہ
جسے دامن تمہارا مِل گیا ہے

نہیں اُمّید تھی مِلنے کی لیکن
وہ قسمت سے دوبارا مِل گیا ہے

ہُوا تھا دُور جو میری نظر سے
وہی روشن ستارا مِل گیا ہے

مزے سے اب گزر جائے گی جاؔمی!
اُن آنکھوں کا سہارا مِل گیا ہے

بے طرح جب بھی یاد آتے ہیں
رات ساری مجھے رُلاتے ہیں

جب بھی آتے ہیں خواب میں میرے
میری حالت پہ مسکراتے ہیں

جو لگاتے ہیں لَو ترے دَر سے
اپنی بگڑی وہی بناتے ہیں

اُن کو فرصت نہیں ہے غیروں سے
میری دنیا کہاں بساتے ہیں

تھام لیتے ہیں راہِ عشق میں وہ
جب قدم میرے ڈگمگاتے ہیں

ذکر اُن کا جہاں بھی ہوتا ہے
اشک آنکھوں میں آ ہی جاتے ہیں

ہم تو کرتے ہیں تم کو یاد مگر
کیا تمہیں ہم بھی یاد آتے ہیں

ٹیس اُٹھتی ہے پہلوئے دل سے
داغِ دل جب کبھی چھپاتے ہیں

وہ وفا ہم سے کیا کریں گے بھلا
وہ تو یوں ہی ہمیں بَناتے ہیں

میرے ہی گھر کا اُن کو علم نہیں
غیر کے گھر تو آتے جاتے ہیں

خیر ہو آکے قبرِ جامی پر
آج کل اشک وہ بہاتے ہیں

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

مجھے اُن سے اب بھی محبّت وہی ہے
مگر اُن کو مجھ سے عداوت وہی ہے

ہر انداز ہے اُن کا بدلا ہُوا سا
مگر بھول جانے کی عادت وہی ہے

مرا دل ابھی تک ہے تیرا ہی شیدا
ترے دل میں لیکن کدورت وہی ہے

وہی ہے ابھی تک ہماری روش بھی
تمہاری بھی اب تک طبیعت وہی ہے

ہوئی رائیگاں چارہ سازوں کی محنت
مریضِ محبّت کی حالت وہی ہے

ترے گیسوؤں میں ہیں اب بھی وہی خَم
نگاہوں میں رقصاں شرارت وہی ہے

مرا پیار کل بھی مسلّم تھا ، جاؔمی!
مرا پیار اب بھی حقیقت وہی ہے

طبیبو! عجب ہے یہ آزار دل کا
کرو چارہ کچھ میرے بیمار دل کا

نہ پالیں گے دل میں کوئی آرزو پھر
نکل جائے ارماں جو اِس بار دل کا

تمہیں دے رہا ہُوں مَیں یہ سوچ کر دل
رکھو گے خیال اِس گرفتار دل کا

لگانا نہ غیروں سے دل بھول کر بھی
کریں گے بُرا حال اغیار دل کا

کبھی وقت پڑنے پہ تم دیکھ لینا
کوئی بھی نہ ہوگا مددگار دل کا

نہ تنہا ہمیں چھوڑ کر آپ جائیں
یہی ہے برابر اک اصرار دل کا
سمجھ سوچ کر دل لگانا مری جاں!
لگانا نہیں کھیل سرکار! دل کا
یہ انمول دل اُس کو بے مول دے دوں
ملے کاش کوئی خریدار دل کا
کہاں سے خریدو گے دل میرے دل سا
نہ منڈی ہے کوئی، نہ بازار دل کا
توقّع نہ رکھنا کوئی اِن سے جاؔمی!
نہیں پاس کرتے یہ دلدار، دل کا

یقیناً کوئی گزرا ہے اِدھر سے
مہک سی آ رہی ہے رہ‌گزر سے
کوئی پامال ہو جائے گا یوں ہی
نہ نکلیں بَن سنور کر آپ گھر سے
نہ گھبراؤ مری آہ و بکا سے
فغاں محروم ہے میری اثر سے
ہے عزّت علم کی مرہونِ مِنّت
نہیں اِس کا تعلّق سیم و زر سے
سنبھل جا ابتدائے عشق ہی میں
گزر جائے گا ورنہ پانی سَر سے
سرِ محفل نہ پوچھا حالِ جاؔمی
رہے خاموش رُسوائی کے ڈر سے

مجھے آج خوشبوئے یار آ رہی ہے
بہار آ رہی ہے بہار آ رہی ہے

سحر دم یہ کون آج رخصت ہُوا ہے
نسیمِ سحر اشک بار آ رہی ہے

عجب آدمی ہو کہ جب غم ملے ہیں
تو پھر یادِ پروردگار آ رہی ہے

ہماری نہیں یاد جب تجھ کو آتی
تری یاد کیوں بار بار آ رہی ہے

ہے پنہاں کوئی غم ترے دل میں جامی!
جو صورت نظر سوگوار آ رہی ہے

عمر بے چینی میں گزری چین پانے کے لیے
غم اُٹھائے ہیں ہزاروں مسکرانے کے لیے

وصل سے انکار ہے تم کو اگر تو خواب میں
کیوں چلے آتے ہو میرا دل دُکھانے کے لیے

کھینچ ہی لائیں گی اُس کو ایک دن آہیں مری
وقت لگتا ہے حنا کو رنگ لانے کے لیے

ہر ستم میرے لیے ہے ہر جفا میرے لیے
رہ گیا ہُوں مَیں ہی کیا اِک آزمانے کے لیے

کس لیے حائل ہے چلمن میرے اُن کے درمیاں
کیا رخِ مہتاب ہے اُن کا چھپانے کے لیے

نامہ بر کے ہاتھ ہی اِک حکم نامہ بھیجتے
آپ خود کیوں آگئے مجھ کو بلانے کے لیے

توڑ کر ناطے سبھی وہ آج رخصت ہو گئے
رہ گئے ہم خون کے آنسو بہانے کے لیے

زندگی برباد کی ہم نے تمہارے واسطے
تم تو لیکن وقف ہو اب بھی زمانے کے لیے

کس کو آئے گی مزارِ جامیؔ بے کس کی یاد
کون آئے گا یہاں شمع جلانے کے لیے

سانس کی اِس آمد و شد میں رکھا کچھ بھی نہیں
زندگی محرومیوں کے ماسوا کچھ بھی نہیں

ایک ہم ہیں جو کہ مرتے ہیں تمہارے حُسن پر
ایک تم ہو جن کو ہم سے واسطہ کچھ بھی نہیں

کیا کرو گے تم وفا نا آشنا ہم سے وفا
تم سے اُمیدِ وفا او بے وفا! کچھ بھی نہیں

یار کی ہر اِک ادا، ہر جور، ہر ظلم و ستم
عشق میں سب کچھ روا ہے ناروا کچھ بھی نہیں

کیوں ڈراتے ہو مسیحاؤ مجھے تم موت سے
جب فراقِ یار سے بڑھ کر قضا کچھ بھی نہیں

وقتِ رخصت ہاتھ جوڑے، پاؤں تک پکڑے مگر
میری باتوں کا اثر اُس پر ہُوا کچھ بھی نہیں

میری جاں دامن جھٹک کر کس طرف تم چل دیے
میرا تم بن دو جہاں میں آسرا کچھ بھی نہیں

کیا گئے تم زندگی خوابِ پریشاں بن گئی
بن تمہارے زندگانی کا مزا کچھ بھی نہیں

کیا کرے جامؔی کسی سے کوئی پیمانِ وفا
اِس زمانے میں وفا کا جب صلہ کچھ بھی نہیں

رُوٹھ کر جب ہم سے کل وہ دلربا جاتا رہا
ہاتھ سے دامن ہمارے صبر کا جاتا رہا

زندگی پُر لطف تھی جب دل ہمارے پاس تھا
کیا گیا دل زندگانی کا مزا جاتا رہا

اُس نے یوں مجھ سے نہ ملنے کی قسم کھائی کہ اب
خواب میں دیدار کا بھی سلسلہ جاتا رہا

کیا سُناؤں اب کسی کو اپنے غم کی داستاں
وہ جو میرے درد سے تھا آشنا جاتا رہا

کل تمہاری بزم میں دیکھا رقیبوں کا جو حال
مدتوں سے دل میں جو اِک چور تھا جاتا رہا

جس نے قسمیں کھائی تھیں لاکھوں وفا کی کل تلک
بھول کر وہ آج پیمانِ وفا جاتا رہا

سوچتا ہُوں اُس نے کیوں ترکِ تعلّق کر لیا
کیوں ملاقاتوں کا جامؔی! سلسلہ جاتا رہا

دل کو رہتی ہے تمہاری آرزو کی آرزو
آرزو کی جستجو ہے ، جستجو کی آرزو

زاہدوں کو ہر گھڑی رہتی ہے فکرِ یادِ حق
اور ہم کو ہر گھڑی جام و سبو کی آرزو

اُس حسیں کی آرزو ہے میرے دل کو اس طرح
جیسے گُل کو ہے چمن میں رنگ و بُو کی آرزو

آج محوِ گفتگو محفل میں ہم اُن سے ہوئے
ہر کوئی کرتا ہے جن سے گفتگو کی آرزو

ایک مَیں مرتا ہُوں تجھ پر، میری جاں! میرے سوا
کون کرتا ہے بھلا تجھ تند خُو کی آرزو

آرزو رکھتا ہے میری آج کل وہ ماہ وش
ایک دنیا کرتی ہے جس ماہ رو کی آرزو

منتظر بیٹھے ہیں وہ بھی تیغِ برّاں سونت کر
بڑھتی جاتی ہے ہمارے بھی گلو کی آرزو

وصل کی شب کے وہ سارے ولولے اب مٹ گئے
کروٹیں لیتی ہے دل میں ہاؤ ہو کی آرزو

ہائے اُس نے کر دیا رُسوا سرِ محفل مجھے
آج جاؔمی! ہوگئی پوری عدو کی آرزو

ہماری تم بُھلا دو گے محبت ، ہم نہ کہتے تھے
تمھیں ہو جائے گی ہم سے عداوت ، ہم نہ کہتے تھے

کہیں گے حشر میں ہم منکروں کو بعد بخشش کے
کریں گے مصطفٰے سب کی شفاعت ، ہم نہ کہتے تھے

زمانے کو پرکھ کر اب ہماری سمت آئے ہو
ہماری بڑھ ہی جائے گی ضرورت ، ہم نہ کہتے تھے

جہاں والو اِدھر دیکھو سرِ بالیں کھڑے ہیں وہ
ضرور آئیں گے وہ بہرِ عیادت ، ہم نہ کہتے تھے

پڑھو ، لکھی ہے ساری داستانِ زندگی اس پر
کہے گی داستاں خود لوحِ تربت ، ہم نہ کہتے تھے

تمھیں بھی ایک دن اغیار باتوں میں لگا لیں گے
بدل جاؤ گے تم او بے مروّت ، ہم نہ کہتے تھے

انھیں جانے سے پہلے روک لینا تھا تمھیں جامیؔ !
بہت تڑپائے گی دن رات فرقت ، ہم نہ کہتے تھے

رہے آباد محشر تک مرے ساقی کا میخانا
ہجومِ مے کشاں ہو اور گردش میں ہو پیمانا

الٰہی خیر ! پھر اکسا رہی ہے طبعِ رندانا
مرا دل آج پھر کھنچنے لگا ہے سوئے میخانا

غمِ فرقت کے ماروں کا یہی ہے شغل روز و شب
دلِ بے تاب کو تصویرِ جانانہ سے بہلانا

مجھے درکار ہے اپنی وفاؤں کا صلہ اتنا
سرِ مرقد پسِ مُردن فقط تشریف لے آنا

عجب حالت کسی کے عشق نے کی ہے مری یارو
کہ بیگانوں میں اپنا ہوں تو اپنوں میں ہوں بیگانا

ہر اِک اُن کی جفا سہ لے ہر اِک اُن کا ستم سہ لے
نہیں ہے شیوۂ اہلِ وفا الفت میں گھبرانا
ترے طرزِ تغافل کے تصدّق میری محرومی
ترے غم نے کیا آباد میرے دل کا کاشانا
بھلا کیسے نبھے اُن سے ہماری وصل کی شب کو
ہمیں آتی ہے بیباکی اُنہیں آتا ہے شرمانا
مرے بعد آئے گی دنیا کو میری یاد اے جامی!
زمانے کو سُنائے گا زمانہ میرا افسانا

دیکھا ہے اُس نے آج مجھے بے رخی کے ساتھ
سوچا ہے کھیل جاؤں گا اب زندگی کے ساتھ
کرتے ہیں دوستی کے لبادے میں دشمنی
کتنا بڑا مذاق ہے یہ دوستی کے ساتھ
میرا ہی ایک دل نہیں ٹوٹا ہُوا یہاں
ایسا تو ہو رہا ہے ہر اِک آدمی کے ساتھ
اِک مَیں ہی وہ ہُوں جس کا جہاں میں نہیں کوئی
ورنہ جسے بھی دیکھیے وہ ہے کسی کے ساتھ
پایا نہ ہم نے پیار کسی سے کبھی یہاں
اپنی تو عمر بیت گئی بے کسی کے ساتھ
مَیں عرضِ مدّعا بھی کروں گا اگر تو کیا
وہ بات ٹال جائے گا میری، ہنسی کے ساتھ
اُس سے بچھڑ کے دل کو کسی پَل سکوں نہیں
جامی گزر رہی ہے بڑی بے کلی کے ساتھ

بتِ بے وفا! ترے پیار کا، ہو مرا ہی دل نہ امیں کہیں
کہ ترے فراق میں ایک پَل بھی قرار مجھ کو نہیں کہیں

ترے عمر بھر کے فراق کا نہ قلق رہے مجھے اِک ذرا
پسِ مرگ، قبر اگر بنے ترے آستاں کے قریں کہیں

مجھے غم کی سونپ کے دولتیں، وہ چلا گیا ہوئیں مدتیں
مرے دل سے اُٹھتی ہے آج بھی، مگر اِک کسک سی کہیں کہیں

نہ کسی بھی غیر سے تم مِلو، کہ یہ سب کے سب ہیں دروغ گو
مرے باب میں کسی بات پر تمھیں آ نہ جائے یقیں کہیں

رخِ یار ہے وہ اِک آئنہ کہ ہے جس میں جلوہ نما خدا
نہیں کوئی روئے زمین پر، مرے ماہ وش سا حسیں کہیں

ہیں جہاں میں یوں تو ہزاروں دَر، ہیں جھکے ہوئے جہاں تاجور
ترے آستاں کے سوا مگر، نہ جھکے گی میری جبیں کہیں

وہ جو تم پہ جامی نثار تھا، تمھیں کچھ خبر بھی ہے کیا ہُوا
ہوئیں مدتیں کہ وہ باوفا، ہُوا غرق زیرِ زمیں کہیں

اُسی کا تذکرہ ہے، مَیں نہیں ہُوں
"وُہی جلوہ نما ہے، مَیں نہیں ہُوں"

وہی ہے کہکشاں ماتھے پہ اُن کے
وہی رنگِ حنا ہے، مَیں نہیں ہُوں

وہی ہیں اُن کے کوچے کی فضائیں
بہارِ جاں فزا ہے، مَیں نہیں ہُوں

مرے بعد آج پھر صحنِ چمن میں
کوئی نغمہ سرا ہے، مَیں نہیں ہُوں

نہ مجھ پر بے وفائی کا گماں کر
زمانہ بے وفا ہے، مَیں نہیں ہُوں

مرے دل میں مکیں ہیں آپ جب سے
بس اِک محشر بپا ہے ، مَیں نہیں ہُوں
مری تربت پہ محرومی ہے رقصاں
صدائے بے نوا ہے ، مَیں نہیں ہُوں
حیاتِ جاوداں کس کو ملی ہے
ہر اِک شے کو فنا ہے ، مَیں نہیں ہُوں
کہا مشتاقؒ نے کیا خوب ، جامی !
"وہ خود بیں خود نما ہے مَیں نہیں ہُوں"

اِک روز ، مرے پیار کو وہ یاد کریں گے
رو رو کے مری یاد میں ، فریاد کریں گے
سہ لیں گے سبھی جور و ستم ، ظلم ، جفائیں
لیکن نہ کبھی شکوۂ بیداد کریں گے
اللہ رے سرِ حشر محمدؐ کی شفاعت
مجھ جیسے گنہگار کی امداد کریں گے
وہ ہم کو کریں یاد تو بھولیں گے کیسے وہ
ہم اُن کو جو بھولیں تو کسے یاد کریں گے
مجھ پر ہی نظر اُن کی ہزاروں میں پڑے گی
کوئی بھی نیا ظلم جب ایجاد کریں گے

آنکھوں میں ترے جلوۂ رنگیں کو سجا کر
اِس دل کو تری یاد سے آباد کریں گے
تقلید کریں گے نہ کبھی اہلِ خرد کی
ہم پیرویِ جذبۂ فرہاد کریں گے
آئیں گی کبھی یاد اُنہیں میری وفائیں
اِک روز یقیناً وہ مجھے یاد کریں گے
جامی کے سوا کون ہے بیداد کے قابل
جامی کے سوا کس کو وہ برباد کریں گے

سب ہی سُنتے ہیں، مری آہ و فغاں کی داستاں
ہے حقیقت کی حقیقت، داستاں کی داستاں
اب گلستاں میں کسی کو یاد بھی شاید نہ ہو
چار تنکوں کی کہانی، آشیاں کی داستاں
بے نشاں ہو کر نشاں پایا ہے مَیں نے عشق میں
خاک پر لکھی گئی ہے بے نشاں کی داستاں
بعدِ مُردن خود فسانہ لکھ رہا ہے وہ مِرا
راہزن خود کہہ رہا ہے کارواں کی داستاں
کیا زمانے کو پڑی جو میرے دل کی لے خبر
کون سُنتا ہے بھلا مجھ بے زباں کی داستاں

ہُوں قریبِ مرگ کب سے مصطفیٰ کے ہجر میں
کون پہنچائے مدینے نیم جاں کی داستاں
خود بخود ہو جائے گی معلوم سب کو حشر میں
مصطفیٰ کی رحمتوں کے سائباں کی داستاں
آپ کچھ سمجھے نہ سمجھے اِس سے کیا مطلب ہمیں
چشمِ پرنم کہہ چکی دردِ نہاں کی داستاں
تیرا غم جاؔمی ترا غم ہے کسی کو اِس سے کیا
کیوں سُنے کوئی ترے سُود و زیاں کی داستاں

جی چاہتا ہے اُن سے کروں پیار بار بار
چوموں نگاہِ شوق سے رخسار بار بار
جس نے کِیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں
کیوں یاد آ رہا ہے وہ دلدار بار بار
تجھ سے نہ ہو سکے گی وفا ، جانتا ہُوں مَیں
مجھ سے نہ کر نباہ کے اقرار بار بار
خواہانِ جاہ و مال و جواہر تو لاکھ ہیں
مِلتا نہیں ہے دل کا طلبگار بار بار
زاہد کو گر یقیں ہو شفاعت کا حشر میں
میری طرح ہو وہ بھی گنہگار بار بار

کوئی قریبِ مرگ ترا پوچھتا تھا کل
بھرتا تھا ساتھ آہ بھی لاچار بار بار
پھر جانے کب ملیں گے اگر اب نہ ہم ملے
اِس طرح کر نہ وصل سے انکار بار بار
آتا ہے کون دامِ محبت میں شوق سے
کرتی ہے زلفِ یار گرفتار بار بار
جاؔمی وفا شناس ہے جاؔمی کی قدر کر
ایسا نہ مِل سکے گا وفا دار بار بار

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

تُو ہی فانی نہیں ہر چیز ہے فانی جاؔمی !
زندگی کیا ہے ، فنا کی ہے کہانی جاؔمی !
پہلوئے یار میں وہ عالمِ مستی و جنوں
کتنا پُرکیف تھا وہ عہدِ جوانی جاؔمی !
بات وہ بات ہے جو رازِ اناالحق ٹھہرے
شاعری وہ جو ہو پُرسوز و معانی جاؔمی !
مَیں نہ کہتا تھا کہ پچھتاؤ گے دل اُن کو نہ دو
تم نے افسوس مری ایک نہ مانی جاؔمی !
داغِ فرقت وہ ہمیں دے گیا جاتے جاتے
اُس سے مانگی تھی کبھی ایک نشانی جاؔمی !

محبت میں ہمیں تقدیر سے ٹکرانا آتا ہے
دلِ مضطر نہ بہلے تو، ہمیں بہلانا آتا ہے

عجب میرا مسیحا ہے عجب اُس کی مسیحائی
اُسے آتا ہے کچھ تو بس مجھے تڑپانا آتا ہے

کمالِ تشنگی ہے یا فریبِ آرزو ہے یہ
ہمیں صحنِ حرم میں بھی نظر میخانا آتا ہے

وہ دزدیدہ نگاہوں سے مجھے تنبیہ کرتے ہیں
مرے ہاتھوں میں بُھولے سے بھی جو پیمانا آتا ہے

میسّر گر نہیں ہے نامہ بر تو کیا ہُوا جاؔمی
مجھے اُن کو صبا کے ہاتھ بھی کہلانا آتا ہے

ترے نعلینِ پا کی آرزو کی
عبث، ظلِّ ہما کی جستجو کی

گنہگاروں کا تم ہی آسرا ہو
تمہیں تفسیر ہو **لاتقنطو** کی

رہا باقی نہ جب اپنا گلستاں
کریں کیا آرزو پھر رنگ و بُو کی

وہ مجھ سے دُور سا رہنے لگا پھر
ہوئی پھر کارگر کوشش عدو کی

ہجومِ آبرو منداں میں جاؔمی!
سُنے گا کون تجھ بے آبرو کی

ہماری زندگی بارِ گراں ہے
فقط محرومیوں کی داستاں ہے
مرا ہر شعر غم کا ترجماں ہے
مرا دیوان میری داستاں ہے
کوئی مجبوریاں تو اُس کی دیکھے
زباں ہوتے ہوئے جو بے زباں ہے
یہاں سلطاں بھی ہیں منگتوں کی صف میں
ارے کس شاہ کا یہ آستاں ہے
سمجھ میں آئے کیا اِس کی حقیقت
محبت ایک بحرِ بیکراں ہے

تری چاہت نہیں آسان کوئی
تری چاہت سراسر امتحاں ہے
تری بے اعتنائی کہہ رہی ہے
کوئی تو ہے جو اپنے درمیاں ہے
چمن والو ! مبارک ہوں بہاریں
ہمارے تو مقدر میں خزاں ہے
خودی اپنی مٹا ڈالو کہ جامی !
اِسی مٹنے میں ہی نام و نشاں ہے

ہے وابستہ تم سے ہی عزّت ہماری
رہے تم سے قائم یہ نسبت ہماری

کریں تم سے ہم بے وفائی کا شکوہ
ارے بندہ پرور ! یہ ہمّت ہماری

تمہیں دل دِیا تھا بطورِ امانت
کرو آج واپس امانت ہماری

بہت ہی کٹھن ہے سفر زندگی کا
یقیناً پڑے گی ضرورت ہماری

نہ تھا ابتدائے محبّت میں سوچا
تماشا بنے گی محبّت ہماری

ہمیں سیم و زر سے محبت نہیں ہے
تمہاری محبّت ہے دولت ہماری

ترے پیار سے جب سے پالا پڑا ہے
سراپا الم ہے یہ صورت ہماری

کوئی درد والا ہی سمجھے تو سمجھے
حقیقت تمہاری ، حقیقت ہماری

نہیں اُن سے مِلنے کی اُمّید جامی !
غمِ نارسائی ہے قسمت ہماری

بخشا ہے تجھے حُسن نرالا ہی خدا نے
وابستہ تری ذات سے لاکھوں ہیں فسانے

جیتے تو نہ کی قدر کبھی میری وفا کی
بیٹھے ہیں سرِ قبر وہ اب اشک بہانے

دِن اُس کے تصور میں گزرتا ہے پریشاں
اور رات کو آجاتی ہے یاد اُس کی جگانے

کرتے ہو بھلا یاد وہ کیوں عہدِ گزشتہ
آسکتے نہیں لوٹ کے اب گزرے زمانے

بیزار وہ رہتے ہیں تری شکل سے جاؔمی!
تم اُن سے ملاقات کے ڈھونڈو نہ بہانے

کُنجِ قفس میں سُن کے ترانہ بہار کا
آتا ہے مجھ کو یاد زمانہ بہار کا

تُو کل بھی اِک بہار کا پیکر تھا میری جاں
سَر پر ہے تیرے آج بھی سہرا بہار کا

دو پَل کی ہے بہار گلستانِ دہر میں
ہے دو گھڑی کا رَین بسیرا بہار کا

دراصل راہِ زیست میں تھی ہمسفر خزاں
تھا چار دن کا ساتھ ہمارا بہار کا

میری نگاہِ شوق خزاں آشنا ہے اور
تیرے حریمِ ناز پہ پہرا بہار کا

ساماں ہیں یوں تو سارے میسّر بہار کے
اِک شوخ مہ جبیں ہے تقاضا بہار کا

جاؔمی خزاں کی رُت میں نہ کیوں کر اُداس ہو
دیکھا ہے اُس نے دَور سنہرا بہار کا

کیا تماشا گاہِ عالَم میں تماشا ہو گیا
چاہتا تھا مَیں جسے ، وہ تو کسی کا ہو گیا

خوب ہیں چشمِ پُرافسوں کی فسوں انگیزیاں
آنکھ بھر کر جس کو بھی دیکھا وہ شیدا ہو گیا

بے سہارا کر گیا وہ جو بَنا تھا آسرا
جس کو مَیں اپنا سمجھتا تھا ، پرایا ہو گیا

آ گیا موسم خزاں کا چھا گئیں ویرانیاں
آرزوئیں مٹ گئیں خونِ تمنا ہو گیا

جس نے خود کو کر لیا راضی رضائے دوست پر
اُس نے جامی! جو بھی چاہا جب بھی چاہا ہو گیا

خدا بہتر سمجھتا ہے کہ کیا ہے
حدِ ادراک سے تُو ماورا ہے

مِری آنکھوں سے جو آنسو گرا ہے
مِرا سب مدعا اِس میں چھپا ہے

نہ اپنے حُسن پر اِترا اے ظالم!
کہ حُسنِ جاوداں کس کو مِلا ہے

وفاؤں کے عِوض مجھ سے جفا کی
یہی میری وفاؤں کا صلہ ہے

تمہارا وصل بھی ہے راحتِ جاں
تمہارے ہجر میں بھی اِک مزا ہے

خدا محفوظ رکھے تجھ کو غم سے
یہی آٹھوں پہر میری دعا ہے

زمانہ محو ہے یادِ خدا میں
خدا محوِ ثنائے مصطفٰے ہے

مِرے دل کا سہارا رنج و غم میں
علیؑ مشکل کشا ، شیرِ خدا ہے

نہ کیوں مہکے صبا ، مَیں جانتا ہُوں
صبا کے ہاتھ تیری خاکِ پا ہے

زمانے کے عجب ہیں ڈھنگ جاؔمی
بُرے کو بھی بُرا کہنا بُرا ہے

وعدے پہ اعتبار کِیا ، ہم نے کیا کِیا
دن رات انتظار کِیا ، ہم نے کیا کِیا

ہم کو ذلیل و خوار کِیا ، تم نے کیا کِیا
تجھ بے وفا سے پیار کِیا ، ہم نے کیا کِیا

پچھتا رہے ہیں آپ سے آنکھیں مِلا کے ہم
دل آپ پر نثار کِیا ، ہم نے کیا کِیا

میرا جنوں بھی راہ پہ اُس کو نہ لا سکا
دامن جو تار تار کِیا ، ہم نے کیا کِیا

اُس کو تو آسکا نہ کسی بات کا یقیں
اظہارِ حالِ زار کِیا ، ہم نے کیا کِیا

کچھ بے قرار اور بھی ہونے لگا ہے دل
یاد اُن کو بار بار کِیا ، ہم نے کیا کِیا

محرومیِ نصیب کی چھیڑی جو داستاں
محفل کو اشکبار کِیا ، ہم نے کیا کِیا
فرقت کی داستان شبِ وصل کیوں کہی
کیوں اُن کو سوگوار کِیا ، ہم نے کیا کِیا
اُن کی محبتیں بھی نہ دامن میں لے سکے
خود کو بھی شرمسار کِیا ، ہم نے کیا کِیا
آنکھوں سے آشکار ہُوا حالِ دل سبھی
غیروں کو راز دار کِیا ، ہم نے کیا کِیا
جاؔمی ! ہماری وحشتِ دل اور بڑھ گئی
دامن کو تار تار کِیا ، ہم نے کیا کِیا

کر پائیں گے نہ ذکر تک اُن کا کسی سے ہم
لیکن بُھلا نہ پائیں گے اب اُن کو جی سے ہم
جنسِ وفا کا قحط ہے اِس دَور میں بہت
کیوں کر کریں وفا کا تقاضا کسی سے ہم
جو دوستی کی آڑ میں کرتے ہیں دشمنی
باز آئے ایسے دوستوں کی دوستی سے ہم
زائل نہیں ہوئی ہے وہ کیفیّتِ جنوں
لیتے ہیں تیرا نام اُسی دیوانگی سے ہم
جاؔمی ! محیطِ کون ومکاں اُس کا نور ہے
باہر نکل نہ پائیں گے اِس روشنی سے ہم

ہم نے تمہاری چاہ میں کیا کیا نہیں کِیا
تم نے ذرا بھی پاس ہمارا نہیں کِیا

خود ہو گیا ہُوں پیار میں رُسوا نگر نگر
لیکن کہیں بھی آپ کو رُسوا نہیں کِیا

پردہ ہمیں سے آپ کو کرنا تھا میری جاں
اغیار سے تو آپ نے پردہ نہیں کِیا

ڈھائے ہیں مجھ پہ آپ نے لاکھوں ستم مگر
مَیں نے تو آپ سے کوئی شکوہ نہیں کِیا

مرنا تو کر لیا ہے گوارا فراق میں
جینا ترے بغیر گوارا نہیں کِیا

ہر پَل مرے لبوں پہ تمہاری ہے گفتگو
کس وقت مَیں نے ذکر تمہارا نہیں کِیا

اُس نے فقط ہمیں سے کنارا کِیا مگر
اَوروں سے تو کبھی بھی کنارا نہیں کِیا

ہم جانتے ہیں کر نہ سکیں گے نباہ وہ
اِس واسطے وفا کا تقاضا نہیں کِیا

محرومیِ نصیب کا کس سے گلہ کروں
شکوہ کوئی بھی مَیں نے کسی کا نہیں کِیا

عہدِ وفا کو توڑ کے غیروں کے ہو گئے
جاؔمی کے ساتھ آپ نے اچھّا نہیں کِیا

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

اگر اُن کو مجھ سے محبّت نہیں ہے
مجھے بھی کچھ اُن کی ضرورت نہیں ہے

ہر اِک وقت ہے اُن کی فرقت کا رونا
میسّر کسی پَل بھی راحت نہیں ہے

وہ محروم ہے لذّتِ سوزِ دل سے
غمِ ہجر سے جس کو نسبت نہیں ہے

محبّت بھرے ہیں سب انداز لیکن
وہ پہلے سی مجھ پہ عنایت نہیں ہے

محبّت سے بڑھ کر دو عالَم میں جاؔمی !
خدا کی قَسم ! کوئی دولت نہیں ہے

بَھلا ہوگا تِرا تُو بھی بَھلا کر
خدا کے واسطے مجھ سے وفا کر

مٹا ڈالا خود اپنا آپ ہم نے
غمِ جاناں ! تجھے دل میں بسا کر

غضب تھا دیکھنا پردے سے اُن کا
وہ چپکے سے ذرا چلمن ہٹا کر

ہمارا کیا ہے اُٹھ جائیں گے دَر سے
تمہیں پچھتاؤ گے ہم کو اُٹھا کر

گُلوں کے ساتھ کانٹے بھی ہیں جاؔمی !
چلو لیکن ذرا دامن بچا کر

پھاڑ ڈالا اُس نے خط سب کی نظر کے سامنے
خاک میں عزت مِلا دی نامہ بر کے سامنے

جب مسیحا ہار بیٹھے تو اجل گویا ہوئی
لائیے بیمار کو اب چارہ گر کے سامنے

عقل کی ہے انتہا عشق و جنوں کی ابتدا
ہے خرد حیراں ترے آشفتہ سَر کے سامنے

جب کہا درکار ہے تصویر مجھ کو آپ کی
لی چھپا تصویر کس پھرتی سے ، کرکے سامنے

اپنے کوچے میں نہ دی تُو نے اگر مجھ کو جگہ
بیٹھ جاؤں گا کسی دن تیرے گھر کے سامنے

گر محبّت کو مری معنی نہ بخشے آپ نے
ہوگی رُسوائی بہت اہلِ نظر کے سامنے

آنسوؤں میں ہیں نہاں کتنے سمندر پیاس کے
کاش آ کے دیکھتے تم چشمِ تر کے سامنے

اِک طرف ہے گمرہی ، اِک سمت ہے راہِ ہُدیٰ
زندگی میں دو ہی رستے ہیں بشر کے سامنے

ساتھ ہے میرے مرا وہ رہبرِ کامل اگر
کیوں مَیں ہمت ہار دوں خوف و خطر کے سامنے

آدمیّت مال و دولت پر فدا ہونے لگی
سَر جھکا ڈالا بشر نے سیم و زر کے سامنے

قافلہ سالارِ راہِ عشق ہو گر باوفا
سہل ہیں سب پیچ و خَم اُس راہبر کے سامنے

ہم نے ہر حالت میں معیارِ وفا رکھّا بلند
سرخرو ہیں آج ہم اُس فتنہ گر کے سامنے

ٹل نہیں سکتا کبھی جامی ! لکھا تقدیر کا
کس قدر بے بس ہے انساں خیر و شر کے سامنے

تمنّا ہو جسے فضلِ خدا کی
کرے مدحت محمدؐ مصطفٰے کی

ہزاروں بار تجھ سے التجا کی
سُنی اِک بار بھی بے آسرا کی

حیائے روئے جاناں ہے قیامت
الٰہی خیر چشمِ سرمہ سا کی

اُسے جو بھی ستم آتا ہے کر لے
ہمیں عادت ہے تسلیم و رضا کی

یہ ہر اِک بات پر تکرار کیوں ہے
کوئی حد ہی نہیں تیری انا کی

مَیں قرباں آپ کی شانِ کرم پر
کہ بے مانگے ہر اِک نعمت عطا کی

دلِ مضطر کا چارہ تُو ہی کر دے
خبر لے آ صبا تُو ہی پیا کی

چلو مجھ غیر پر تو کی جفائیں
کسی اپنے سے بھی تُو نے وفا کی

مَیں چشمِ شوق کا سرمہ بنا لوں
ملے جو خاک تیرے نقشِ پا کی

ابھی تو آپ کو شکوے بہت ہیں
کبھی یاد آئے گی مجھ باوفا کی

مجھے کیا غم مرے حامی ہیں جامی
معین الدینؒ و قطب الدینؒ کاکی

خزاں میں لٹے گلستاں کیسے کیسے
جلے برق سے آشیاں کیسے کیسے

ہوئیں درمیاں دُوریاں کس طرح سے
زمانہ ہُوا درمیاں کیسے کیسے

ہوئیں کیسی بربادیاں میرے دل کی
لیے عشق نے امتحاں کیسے کیسے

عجب جال پھیلائے زلفوں نے اُس کی
بھٹکنے لگے کارواں کیسے کیسے

دَر آئے تری بزم میں غیر کیا کیا
بدلتا گیا وہ سماں کیسے کیسے

کسی نے سنوارا کسی نے اُجاڑا
ملے باغ کو باغباں کیسے کیسے

شبِ وعدہ جب تم نہ تشریف لائے
ہوئے دل میں پیدا گماں کیسے کیسے

ترے دَر سے پہلے نہ ٹھہرا کہیں دل
ملے راہ میں آستاں کیسے کیسے

جو خود کو بہت نامور جانتے تھے
مٹے اُن کے نام و نشاں کیسے کیسے

محمدؐ کی رحمت سرِ حشر دیکھی
سَروں پر تنے سائباں کیسے کیسے

زمانے کی نامہربانی سے جامؔی!
بدلنے لگے مہرباں کیسے کیسے

دلِ شوریدہ سر ہے اور میں ہُوں
فغانِ بے اثر ہے اور مَیں ہُوں

تمہاری آرزو ہے اور دل ہے
تمہاری رہگزر ہے اور مَیں ہُوں

تمہارے ہجر میں مصروفِ زاری
فقط اِک چشمِ تر ہے اور مَیں ہُوں

شبِ فرقت کی تنہائی میں تنہا
مِرا دردِ جگر ہے اور مَیں ہُوں

خوشا ! یہ خوش نصیبی اپنی جاؔمی
بریلی کا سفر ہے اور مَیں ہُوں

(بریلی شریف کے سفر کے دوران یہ اشعار موزوں ہوئے)

دمِ آخر بھی میرے رخ کی تابانی نہیں جاتی
مجھے جو دیکھتا ہے اُس کی حیرانی نہیں جاتی

جدھر بھی دیکھتا ہُوں مَیں ، نظر آتا ہے ویرانہ
مِری ویران آنکھوں کی یہ ویرانی نہیں جاتی

مجھے تم نے نہیں گر آج پہچانا تو کیا شکوہ
مِری صورت تو خود مجھ سے بھی پہچانی نہیں جاتی

سکوں کی کوئی بھی صورت نظر آتی نہیں اب تو
بڑا بے چین رہتا ہُوں پریشانی نہیں جاتی

اُنہیں ہر بات منوانے کا ڈھب تو خوب آتا ہے
وہ خود منوا تو لیتے ہیں مِری مانی نہیں جاتی

اگر تُو چاہتا ہے مَیں چلا جاتا ہُوں محفل سے
مگر تیرے درِ اقدس کی دربانی نہیں جاتی

امیری میں بھی شانِ خسروی اپنی نرالی ہے
فقیری میں بھی اپنی شانِ سلطانی نہیں جاتی

نہ جانے کے لئے آیا ہُوں تیرے آستانے پر
کسی بھی اور دَر کی خاک اب چھانی نہیں جاتی

فقط صہبا کے پینے سے کوئی کافر نہیں ہوتا
مسلمانو! مسلمانی بہ آسانی نہیں جاتی

سرِ محشر شفاعت کی خبر تو عام ہے جاؔمی!
بہ پیشِ مصطفیٰؐ لیکن پشیمانی نہیں جاتی

کیا بات پوچھتے ہو رُخِ لاجواب کی
تاریخ چودھویں ہے تمہارے شباب کی

محبوب ہو ، شراب ہو ،پھر چاند رات ہو
کس کو پڑی ہے ایسے میں کارِ ثواب کی

اِک بار آئنہ بھی ذرا دیکھ لیجئے
دینا پڑے گی داد مرے انتخاب کی

اللہ رے میرے زہد کا عالَم تو دیکھئے
ہاتھوں میں جام فکر ہے کارِ ثواب کی

لگتا ہے مِل کے آئے ہو ساقی سے شیخ جی
مچلی ہوئی ہے آج طبیعت جناب کی

الزام پھر بھی عشق کے سَر رکھ دِیا گیا
گرچہ ہوس نے حُسن کی مٹی خراب کی

کس کی لحد سمجھ کے بھلا رو رہے تھے تم
وہ تو لحد تھی جاؔمیِ خانہ خراب کی

جس شخص کی کبھی نہ نبھی ہو کسی کے ساتھ
مَیں نے نباہ کر کے دِکھایا اُسی کے ساتھ

ہنستے بھی ہیں تو اشک بھر آتے ہیں آنکھ میں
آنسو لپٹ گئے ہیں ہماری ہنسی کے ساتھ

میّت سے جیسے رو کے لپٹتے ہیں اقربا
لپٹی ہوئی ہیں ایسے تمنّائیں جی کے ساتھ

ہر اِک قدم پہ دیتا ہے دھوکہ وہی مجھے
جس کو بھی چاہتا ہُوں میں وارفتگی کے ساتھ

اللہ رے مصطفیٰ کی زیارت کی آرزو
جاؔمی سپردِ خاک ہُوا کس خوشی کے ساتھ

مَیں وفا سرشت ہُوں بے وفا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں
تمہیں چاہنا تھی مری خطا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں

مَیں نے کھائیں ٹھوکریں دَربدر، ہنسا اِک جہاں مرے حال پر
یہ مرے نصیب میں تھا لکھا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں

جو ہیں غیر اُن سے تو پیار ہے، مرا دشمنوں میں شمار ہے
یہ ہے امتحاں مرے صبر کا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں

ترا ہجر زہر تھا پی لیا، مجھے جتنا جینا تھا جی لیا
مجھے قیدِ ہستی سے کر رَہا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں

سرِ قبر اشک نہ تُو بہا، پسِ مرگ یوں نہ مجھے ستا
ذرا سُن تو آتی ہے کیا صدا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں

مجھے کیا کہ شب کو کہیں رہو، جہاں چاہے پہلو نشیں رہو
مرے اضطراب کا ذکر کیا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں

مَیں وفا کی رہ پہ جو چل پڑا، نہ مَیں بڑھ سکا، نہ پلٹ سکا
مَیں نے خود کیا تھا یہ فیصلہ، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں
ترا پیار ایک فریب تھا، مجھے جس کا علم نہ ہو سکا
چلو خیر چھوڑو یہ تذکرہ، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں
مَیں اُداس ہُوں تُو ہے شادماں، مَیں ہُوں خستہ جاں تُو ہے کامراں
ہے نصیب سب کا جدا جدا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں
تجھے گلے تو اُس سے ہزار ہا، سرِ رہ وہ جب بھی مگر مِلا
مَیں نظر چُرا کے یہ کہہ اُٹھا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں
وہ جو آیا جاؔمی کی قبر پر، کہا تھام کر یہ دل و جگر
تمہیں حیف مَیں نہ سمجھ سکا، مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں

لگا دل پہ چرکا وہ ہجر کا، نہ سکون ہے، نہ قرار ہے
جو ترے سوا نہ اُٹھا سکوں، مری زندگانی وہ بار ہے
مری آنکھ خون سے تر بتر، مرا دل کسک کی ہے رہگزر
مری آہ کرب کی داستاں، مرا شعر غم کی پکار ہے
کوئی ایک دکھ ہو بتاؤں بھی، کوئی ایک غم ہو سُناؤں بھی
نہ دُکھوں کا کوئی حساب ہے، نہ کوئی غموں کا شمار ہے
ارے بے خبر! تمہیں ہو خبر، مرے دل پہ ہاتھ رکھو اگر
یہی آرزؤں کا ہے نگر، یہی حسرتوں کا مزار ہے
ترا ہر ستم، تری ہر جفا مجھے جاں سے پیاری ہے بے وفا!
مَیں محبّتوں کا سفیر ہُوں، تری نفرتوں سے بھی پیار ہے
کیا یہ بات بات عجب نہیں، یہ ستم نہیں، یہ غضب نہیں
مجھے غیر سمجھے وہی اگر، مری جان جس پہ نثار ہے
پئے سیرِ دل میں جو آئیے، ذرا دیکھ کر تو بتائیے
یہ ہیں داغ کس کے دیے ہوئے، مرے دل میں کس کی بہار ہے

یا الٰہی کر مجھے بھی شاد کامِ زندگی
اب کھٹکتا ہے مری سوچوں میں نامِ زندگی

تیرے ملنے سے مِلا مجھ کو پیامِ زندگی
تیرے جانے سے ہُوا برہم نظامِ زندگی

جلد آجا لوٹ کر اے میری جانِ آرزو
بس چھلک جانے کو ہے اب میرا جامِ زندگی

موت کی آہٹ سُنائی دے رہی ہے چارسُو
اختتامِ زندگی ہے ، اختتامِ زندگی

زندگی کی بد دعا مجھ کو نہ دے اے چارہ گر
جس کو جینا ہو کرے وہ اہتمامِ زندگی

میرے اِس جینے کا مصرف ہے نہ ہے کوئی جواز
لے رَہا ہُوں زندگی سے انتقامِ زندگی

زندگی اب کرب کا عنوان بَن کر رہ گئی
اب کہاں جامؔی وہ تزک و احتشامِ زندگی

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

A قبلۂ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانیؒ المتخلص مہؔر کی تصانیف :۔

1 تحقیقُ الحق فِی کلمۃُ الحق :۔

یہ کتاب قبلۂ عالمؒ کی وہ کتاب ہے جس میں کلمۂ طیّبہ کی تشریح اور مسئلہِ وحدت الوجود کا تفصیلی بیان ہے جو کہ صوفیائے کرام کے مکشوفات سے ہے افادہ عام کے لئے اصلی فارسی متن کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔

2 شمسُ الہدایہ فی اثباتِ حیاتِ مسیحؑ :۔

یہ کتاب قبلۂ عالمؒ کی وہ کتاب ہے جس کا تعارف کرواتے ہوئے آپؒ خود فرماتے ہیں کہ "شمسُ الہدایہ" اسم بامسمّٰی سب رسائل مولفہ سے جداگانہ طور پر ممتاز ہے کیوں نہ ہو علاوہ تحقیقاتِ علمیّہ کے خیر و برکت بھی ساتھ ہی رکھتا ہے جس کی روشنی اور نور سے ہزارہا گم گشتگانِ مرزائیت صراطِ مُستقیم پر آئے یہ وہ عصائے موسٰی ہے جس نے تمہارے تیس سال کے سحروں اور شعبدہ بازیوں کو دفعتہً ہی نگل لیا"۔

3 سیفِ چشتیائی :۔

یہ کتاب قبلۂ عالمؒ کی وہ کتاب ہے جس میں حیاتِ حضرت